بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# SENATE OF PAKISTAN

## SENATE DEBATES

*Tuesday, March 3, 1992*

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

---

## *RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN*

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۷۳﴾
قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ
وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

[ترجمہ : اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا' اس کا ارشاد برحق ہے اور جس دن صور پھونکا جائے گا (اس دن) اسی کی بادشاہت ہو گی۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا ہے اور وہی دانا (اور) خبردار ہے۔]

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ رخصت کی درخواستیں ہیں۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

سید فصیح اقبال : پوائنٹ آف آرڈر۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# SENATE OF PAKISTAN

## SENATE DEBATES

*Tuesday, March 3, 1992*

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

---

## *RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN*

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ ۚ ﴿٧٣﴾
قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ
وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾

[ترجمہ : اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا' اس کا ارشاد برحق ہے اور جس دن صور پھونکا جائے گا (اس دن) اسی کی بادشاہت ہو گی۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا ہے اور وہی دانا (اور) خبردار ہے۔]

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ رخصت کی درخواستیں ہیں۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

سید فصیح اقبال : پوائنٹ آف آرڈر۔

## POINT OF ORDER *REG*: N.A. SPEAKER'S DEROGATORY REMARKS ABOUT THE SENATE OF PAKISTAN

میڈم ڈپٹی چیئرمین : فصیح اقبال صاحب !

سید فصیح اقبال : میڈم ڈپٹی چیئرمین صاحبہ ! نیشنل اسمبلی میں ایک معزز رکن نے صدارتی تقریر کے دوران جب سپیکر سے وقت کے متعلق بات کی کہ سینٹ میں صدارتی تقریر پر اراکین کو زیادہ وقت مل رہا ہے تو اس پر ہمارے محترم سپیکر صاحب نے جن کا میں بڑا احترام کرتا ہوں ہمارے ایک ہاؤس کے معزز رکن بھی ہیں' سپیکر بھی ہیں' سینٹ کے بارے میں جو الفاظ کہے ان سے پارلیمنٹ کی توہین ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سینٹ میں کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔ سینٹ اسی طرح سے وقت گزار رہا ہے اور وہ اپنا وقت پورا کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کے نوٹس میں آنا چاہئے' آپ اس ہاؤس کی کسٹوڈین custodian ہیں اور وہ پارلیمنٹ کا حصہ ہے۔ میں Lower House کے ممبروں کا اتنا ہی احترام کرتا ہوں جتنا پارلیمنٹ کے اس ہاؤس کے ممبران کا۔ لیکن یہ حق کسی کو نہیں دیا جا سکتا کہ پارلیمنٹ کا ایک ممبر ہوتے ہوئے' پارلیمنٹ کے ایک ایوان کی توہین کی جائے۔ یہ جواب ان کا اس سوال پر تھا کہ وقت دیا جائے لیکن وقت نہ دینا' ان کا اپنا معاملہ تھا لیکن جہاں تک تعلق ہے اس بات کے کہنے کا' کہ سینٹ میں کوئی کام نہیں ہوتا ہے اور صدارتی تقاریر پر جو وقت دیا جا رہا ہے اس سے وہ اپنا وقت پورا کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی نازیبا بات ہے۔

جہاں تک دوسری چیز جس کا تعلق چودھری الطاف حسین سے ہے' اس سلسلے میں تو ہم لوگوں نے باضابطہ پریو یلج موشن دے دی ہے لیکن میں یہ آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ سپیکر صاحب سے وضاحت مانگی جائے کہ کیا انہوں نے یہ الفاظ کہے ہیں کیونکہ ان الفاظ سے پورے سینٹ اور پارلیمنٹ کی توہین ہوئی ہے۔

جناب محمد علی خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : محمد علی صاحب ! پوائنٹ آف آرڈر۔

**Mr. Muhammad Ali Khan:** Madam Chairperson Sahiba! it is extremely I should say tragic and deplorable that the Speaker of the National Assembly, whom we hold in great regards and respect, should

say certain things derogatory about the Upper House that is the Senate of Pakistan. If we see the history of both the Houses. I personally feel that this House had done much more than it ought to have done and I don't say and I don't want to cast any aspersions on the Lower House but we all know through various papers what is reported about that organization, and what is reported about us in the press. I am sure, the nation holds us in great esteem and whatever has been assigned to us we are trying our best to come up to the expectations of the nation. So, I would suggest through you Madam:

> "that this case be taken up with the Speaker of the National Assembly so that he may not in future use such derogatory words about the members of this august House. I thank you Madam."

میاں عالم علی لالیکا : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : عالم علی لالیکا صاحب

میاں عالم علی لالیکا : میں تو اس وقت صرف اتنا عرض کروں گا کہ جناب سپیکر، نیشنل اسمبلی کو ان دنوں کچھ syndrome ہو گیا ہے، ان کو معاف کر دیا جائے۔ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ان دنوں میں شاید، کچھ طبّی معائنہ کے لئے ان کو ریفر کیا جائے۔ حکومت کے بارے میں بھی انہوں نے بہت سارے ایسے بیانات دیئے ہیں..................

ڈاکٹر محمد ریحان : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ ذرا تشریف رکھیں۔ وہ already پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں عالم علی لالیکا : .................. کہ یہ چند دنوں کی محتاج ہے، وقت بدل رہا ہے۔ اب یہ ہو رہا ہے...... میں ان کی باتیں سن کر حیران ہوں کہ یہ ایک سپیکر نیشنل اسمبلی ہیں۔ میں تو اس دن بھی متحیر ہوا تھا جب ان کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اب وہ جو کچھ بھی چاہیں اپنے ہاؤس تک رکھیں۔ ہمیں برا بھلا نہ کہیں، خدارا ان سے درخواست کیجئے۔ یا تو ان کو معاف ہی کر دیجئے گا یا اس پر stern action لینا چاہیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ ! جناب ڈاکٹر محمد ریحان صاحب، آن پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر محمد ریحان : "ابھی میرے دوست ساتھی لالیکا صاحب نے کہا کہ maglomenia ہوتا ہے' اسے syndrome تو میں ذرا یہ بتا دوں کہ یہ جو ٹیکنیکل syndrome کہتے ہیں۔ شکریہ جی"۔

حافظ حسین احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی حافظ حسین احمد صاحب !

## FURTHER DISCUSSION ON THE PRESIDENT'S ADDRESS

حافظ حسین احمد : محترمہ میں سمجھتا ہوں کہ جو قائد ایوان صاحب اور لالیکا صاحب نے فرمایا ہے' میں اس کی حمایت کرتے ہوئے یہی گزارش کروں گا کہ بار بار یہ کہنا کہ "ہم وقت پورا کر رہے ہیں" یقیناً تاریخ شاہد ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کہیں ان کی حرکتوں سے ان کا اپنا وقت ہی پورا نہ ہو رہا ہو۔ اس لئے ہم نے ایک تحریک استحقاق بھی دی ہے' کل جو کچھ ہوا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کسی خاص اشارہ کی بنیاد پر ہم دونوں اداروں کو لڑانے کی سازش کی جا رہی ہے۔ اس لئے خدارا آپ انہیں سمجھا دیں کہ وہ ذرا ایوان بالا کے تقدس کو اس طرح پامال نہ کریں۔ بار بار یہ کہنا کہ سینٹ جو ہے یہ ہمارے زیر دست ہے' اس قسم کی باتیں کرنا' میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان جمہوری اداروں کی بقاء کے لئے بھی انتہائی خطرناک ہے۔

جناب عبدالخالق : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ عبدالخالق خان' پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب عبدالخالق خان : محترمہ چیئرپرسن صاحبہ ! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بھی اس موضوع پر بولنے کا موقع دیا ہے۔ محترمہ ! یہ مسئلہ بار بار اس ہاؤس میں اٹھ رہا ہے' اس سے پہلے بھی آپ کو یاد ہو گا' اس ضمن میں' اس ہاؤس میں' ممبران نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اس وقت بھی میرے رائے تھی کہ اس کو آپ اس طرح سے غیر سنجیدہ نہ لیں۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ جناب ! ان کے خیالات جو اس ہاؤس سے متعلق ہیں وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ ان کا جو تضحیک آمیز رویہ ہے وہ private circles میں تو بہت کچھ کہہ دیتے ہیں اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ جب کوئی سینٹ کا

نام لیتا ہے تو وہ کہتے ہیں کونسی سینٹ۔ سینٹ تو صرف امریکہ کی ہے پاکستان میں کونسی سینٹ ؟

میں یہ عرض کروں گا کہ ہم confrontation کے حامی نہیں ہیں لیکن کم از کم ایک دفعہ ہم نہیں چاہتے خدانخواستہ ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کو تعلقات اچھے ہوں ان کو ہم خراب نہیں کرنا چاہتے مگر there is a limit اگر بار بار' جناب سپیکر صاحب اس ایوان کا مذاق اڑائیں گے تو پھر ہمیں لامحالہ جوابی کارروائی کرنی پڑے گی۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ اس نے سارے ہاؤس کی توہین کی ہے۔ اگر ایک ممبر کی بھی کوئی معمولی سی بے عزتی ہو جائے تو آپ ہمارے حقوق کی custodian ہیں اور آپ سے بجا توقع رکھتے ہیں کہ آپ اسی پہ stand لیں گی اور دیکھیں گی کہ اس قسم کی کوئی حرکت سرزد نہ ہو۔ مگر یہ تو پورے ہاؤس کی تضحیک ہے اور اگر ہم نے اس پر ایسے ہی آنکھیں بند کر لیں اور کہیں کہ چلو خیر ہے اور ایسے ہی اس نے ایک بات کہہ دی ہے اور اس پر کوئی خاص قدم ہم نہ اٹھائیں تو یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور اس سے زیادہ بے عزتی اور insult کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

میری ناچیز رائے یہ ہے کہ اپنی ترجیحات میں اسے سرفہرست رکھیں۔ ٹھیک ہے ہم ایسا publically نہیں چاہتے کہ کوئی debate یا statement شروع کریں کہ جس سے دونوں ایوانوں کے مابین جھگڑا بڑھے 'ٹھیک ہے یہ Upper House ہے لیکن ہم کبھی نہیں کہتے کہ ہمارا status بہت اونچا ہے ان سے ہم زیادہ قابل احترام ہیں مگر کم از کم we are entitled, we should be treated at equal status تو آپ سے درخواست یہ ہے کہ آپ ان سے directly رابطہ کریں' اور یہ سلسلہ ان کی طرف سے سینٹ کی متواتر بے عزتی کا بند ہو جانا چاہیئے ورنہ یہ آخری دفعہ ہے اس کے بعد محترمہ پھر ہم justified ہوں گے کہ سخت سے سخت قدم بھی اٹھائیں اور ہمیں کوئی دوش نہیں دے گا کیونکہ ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب !

<u>پروفیسر خورشید احمد</u> : جناب ڈپٹی چیئرمین صاحبہ ! میں بے حد ممنوں ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم بڑے ہی دکھ اور کرب کے ساتھ اس موضوع پہ گفتگو کر رہے ہیں۔ ہمیں قطعاً کوئی خوشی نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے ایوان کے ایک معزز

سپیکر کے ارشاد پر اس طرح احتساب کریں لیکن دوسری طرف اس ایوان کی عزت اور اس ملک میں جمہوریت کا مستقبل یہ دونوں ہر اس consideration سے جس کا تعلق کسی بھی فرد سے ہو بالا ہے۔ اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا serious مسئلہ ہے اور یہ جو روش قائم ہو گئی ہے اور اس میں لے بڑھتی جا رہی ہے اسے ختم ہونا چاہیئے۔ اس کے جاری رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ قائد ایوان نے جو مثبت تجویز دی اس تجویز پر آپ کو فوری طور پر عمل کرنا چاہیئے اور خود وزیر اعظم کو اس معاملے میں مداخلت کرنی چاہیئے۔ یہ ان کا failure ہو گا اگر وہ اس طریقے سے دو ایوانوں کو ایک دوسرے سے نبرد آزما ہونے دیں اور جگ ہنسائی کا موقع دیں جس سے دشمن فائدہ اٹھائے۔ تو اس لئے میں خود بھی اس کو بہت ہی sinister move سمجھتا ہوں محض lapse نہیں ہے۔ اس لئے اس کا بروقت نوٹس لیا جانا چاہیئے اور یہ آپ کا اور ہم سب کا فرض ہے اور وزیر اعظم کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور ان معاملات کو resolve کریں۔ شکریہ !

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ پروفیسر صاحب ! میں خود بھی یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ بڑا افسوسناک واقعہ ہے...... جناب سید عبداللہ شاہ صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

سید عبداللہ شاہ : محترمہ ! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سپیکر صاحب جو بار بار یہ فرما رہے ہیں یہ ان کو زیب نہیں دیتا۔ ہمارے لئے جیسے پروفیسر صاحب نے کہا ایک تکلیف دہ بات ہے ہم ان کے خلاف کچھ کہیں اور مجھے ایک بات کا تعجب ہوتا ہے کہ سپیکر صاحب موجود ہیں اسے بھی اسی پارٹی نے elect کیا ہے جس پارٹی نے یہاں پر چیئرمین یا ڈپٹی چیئرمین کو elect کیا ہے۔

جب پچھلے دور میں ملک معراج خالد صاحب پاکستان پیپلز پارٹی کے سپیکر تھے اور ایک دو مخالف جماعتیں تھیں ادھر ایک اور ادھر دوسری جماعت تھی لیکن پھر بھی ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور اب یہ بات کیوں ہو رہی ہے ؟ یہ بڑی پریشان کن ہے اور میں اس کے لئے گزارش کروں گا کہ آپ کے توسط سے جو بھی جماعتیں آئی جے آئی میں شامل ہیں کہ ان اداروں کے تقدس کو بہرحال برقرار رکھنے کے لئے وہ اپنی صفوں میں کچھ احتیاط اور سدھار لائیں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب منظور گچکی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر۔

جناب منظور احمد گچکی : جناب والا ! یہ سلسلہ کافی دنوں سے چل نکلا ہے۔ یہ ابھی کا نہیں ہے پہلی مرتبہ آپ نے دیکھا کہ سینٹ کے بارے میں یہ کہا گیا کہ امریکہ کا سینٹ تو ہم نے سنا ہے لیکن پاکستان کا سینٹ تو ایسا ہی ہے اور پھر دوسری بات یہ کہ سینٹ وقت پاس کرنے کے لئے ہے۔ اور تیسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ I.P.O. اور کامن و یلتھ میں سینٹ کی نمائندگی نہیں ہونی چاہئے۔ ہماری (نیشنل اسمبلی کی) ہونی چاہئے۔ یہ ایک مستقل problem create کیا جا رہا ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ کل بھی نیشنل اسمبلی میں ایک تحریک پیش ہوئی تھی وہ بھی سینٹ کے خلاف ہے کہ جی یہ انہوں نے کیوں claim کیا ہے premises with the car parking یہ سینٹ کے اختیار میں ہے۔ یعنی ایک قسم کا antegonistic attitude ہے جو وہاں لیا گیا۔

پھر میں آپ کی توجہ اس طرف بھی لے جانا چاہتا ہوں کہ کوئی دو تین سال پہلے اس ہاؤس کے بارے میں کچھ اس قسم کی باتیں کی گئیں اور آپ کو یاد ہو گا کہ Courts تک بھی لوگ گئے اور انہوں نے یہ کہا کہ جی اس سینٹ کو ہم نہیں مانتے اور یہ سینٹ جو ہے فرضی ہے۔ اب سوال یہاں پیدا ہوتا ہے کہ کل کا جو Privilege Motion یہاں Move ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ سپیکر صاحب اور ان لوگوں کی ایک ملی بھگت ہے۔ اس ہاؤس کے تقدس کو پامال کرنے کے لئے، تو جناب والا ! میں سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے اختیارات کو استعمال کر کے کم از کم un-officially یا غیر سرکاری طور پر ان سے یہ کہیں کہ اس طریقے سے یہ بات تو نہیں چلے گی۔ یہ Upper House ہے اور Protocol کے لحاظ سے ہم ان سے آگے ہیں۔ اب اگر ہمارے بارے میں ان کا رویہ یہ ہے اور میں نے کل جو واقعہ دیکھا ہے اور یہ جو طریقہ کار ہے اس سے مجھے ایسے لگتا ہے کہ یہ تو بالکل سینٹ کے خلاف ملی بھگت ہے۔ اس لئے اس مسئلے کو آپ خود tackle کریں اور اس کو آگے بڑھائیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب جام حاجی کرار الدین صاحب !

**Jam Haji Karrauddin:** This matter is very important which should be taken at personal level because this tug-of-war between the two Houses of the Parliament, National Assembly and the Senate is very bad, unhealthy and undemocratic. If his tug-of-war was not nipped in the bud then it will have very serious repercussions on democratic dispensation of the country, therefore, I will appeal to you that you should intervene in the matter and put an end to this tug-of-war between National Assembly and the Senate. Otherwise, Senate I feel, it is a symbol of federation because all the four provinces have got equal representation here in this House while in the National Assembly there is not. Therefore, the sanctity of this House must be preserved by you and by the Chairman of this House and these derogatory remarks that have been passed yesterday by some members and by the Speaker of the National Assembly; they are very bad and we have felt it very much and therefore, I am personally of this view, that this tug-of-war is undemocratic, unhealthy and it is to be nipped in the bud. Thank you very much.

**Madam Deputy Chairman:** Barkat Ahmed Shah Sahib.

سید برکات احمد شاہ : میں محترمہ اس میں صرف یہ add کرنا چاہوں گا کہ ابھی دو ہفتے ہوئے کہ ایک ایسا واقعہ یہاں بھی پیش آیا کہ حافظ حسین احمد صاحب کا داخلہ یہاں روکا گیا اور اس کی وجہ سے سپیکر کو حافظ صاحب سے چیئرمین کے ذریعے معافی مانگنی پڑی۔ تو یہ ایسی پوزیشن ہے اور اتنی بڑی پوزیشن پر ہو کر اب تک قومی اسمبلی کے جتنے بھی سپیکرز ہوئے ہیں اگر آپ ان کو دیکھیں گے کہ ہر ایک کی بڑی عزت کی جاتی تھی اور یہ ایک ایسا آفس ہے جس کو عام طور پر بے حد عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس آفس کا جو ہولڈر ہے وہ بار بار پبلک کے سامنے یا ممبرز کے سامنے معافی مانگنے لگے تو یہ بھی کوئی اچھا نہیں لگتا۔

میں صرف یہی عرض کرنا چاہوں گا کہ جو کچھ اب تک کہا گیا ہے اسی معاملے پر ہمیں یہ کہنا چاہیئے کہ وہ جو بات کریں وہ محتاط طریقے سے کریں۔ جہاں تک اختیارات کا تعین ہے بہتر ہو گا کہ وہ بھی سینٹ اور اسمبلی کے جو اختیارات ہیں ان کا جہاں تک ہو سکے کمیٹی میں بیٹھ کر یا آپس میں دونوں بیٹھ کر اختیارات کا اس طریقے سے تعین کریں تاکہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں پیدا نہ ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب راجہ ظفر الحق آن پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کوئی اور بولنا چاہتا ہے۔ راجہ ظفر الحق صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔ جی !

راجہ ظفر الحق : جناب ڈپٹی چیئرمین ! جو مسئلہ آج صبح زیر بحث آیا ہے یہ کوئی substantial مسئلہ نہیں ہے۔ یہ 1973ء کے آئین کے تحت جو تعریف پارلیمنٹ کی گئی ہے۔ اس میں ہے پریذیڈنٹ نیشنل اسمبلی اینڈ سینٹ یہ تینوں پارلیمنٹ کے components ہیں۔ اور اگر کوئی قانون پاس ہوتا ہے تو پھر تینوں کی consent ضروری ہے۔ اگر کوئی بل نیشنل اسمبلی سے emanate ہو گا' وہ by majority اسے پاس کرے گی۔ لازمی ہے کہ وہ سینٹ میں آئے۔ اور سینٹ اسے پاس کرے تو پھر یہ پریذیڈنٹ کی assent کے لئے جاتا ہے۔ اسی طریقے سے piece of legislation سینٹ میں move ہو گا یہاں سے پاس ہو گا تو وہ نیشنل اسمبلی میں جائے گا۔ اور اگر وہاں سے بھی پاس ہوتا ہے تو پھر یہ صدر کی منظوری کے لئے جاتا ہے۔ اس لئے پاکستان کے آئین میں پارلیمنٹ کے تین components ہیں ور تینوں کی اپنی اپنی اہمیت ہے۔ تینوں کا اپنا اپنا ایک آئینی رول ہے اور انہوں نے اپنی اپنی حدود میں اسے پورا کرنا ہے۔

یہ جو معاملہ نیشنل اسمبلی میں اٹھا ہے' ایک تو یہ ہے کہ دونوں ایوان میں کوئی جھگڑا یا تفاوت نہیں ہے۔ اگر سپیکر صاحب نے کچھ الفاظ ایسے استعمال کئے ہیں تو یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ قومی اسمبلی کے تمام ممبران کا view ہے۔ اور میں خود یہ محسوس کرتا ہوں کہ قومی اسمبلی میں بھی ارکان' جو آئین کی دفعات سے واقف ہیں وہ بھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ کوئی ایسی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اب جس پر یہ معاملہ اٹھ رہا ہے اور مزید ممکن ہے کہ چند دنوں میں یہ معاملہ آگے بھی آئے' وہ یہ ہے کہ قانون کے تحت' رولز آف بزنس کے تحت Regulate کرنی ہوتی ہیں permises of the Parliament اور اس کے دونوں Houses اگر وہ نوٹیفیکیشن قومی اسمبلی نہ کرے تو قومی اسمبلی کے سپیکر صاحب بھی اس permises کو Regulate نہیں کر سکتے۔ اسی طرح سینٹ کے اگر اپنے precincts کا یا اپنی permises کا کوئی نوٹیفیکیشن نہ ہو' تو چیئرمین سینٹ بھی سینٹ یا اس کی permises کے حدود میں کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ یہ legal requirements ہیں۔

کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دونوں ایوان بیک وقت sitting میں ہوتے ہیں جیسے آج کل ہے اور کوئی ایسا وقت بھی ہوتا ہے جبکہ دونوں میں سے کوئی ایک سٹنگ کر رہا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر صرف نوٹیفیکیشن قومی اسمبلی کی طرف سے ہو اور سینٹ کی طرف سے نہ ہو۔ اور صرف سینٹ کا اجلاس ہو رہا ہو۔ تو اس ساری پارلیمنٹ کی بلڈنگ کی ریگولیشن پھر کون کرے گا چیئرمین کے اختیارات پھر کہاں سے derive ہوں گے۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ چیئرمین کی طرف سے بھی ایک Notification جاری ہوتا۔ وہ کوئی overlapping نہیں ہے۔ یہ Coordinated Permises ہیں۔ ایک ہی پارلیمنٹ کے دو ایوان ہیں۔ ان میں کوئی تفاوت نہیں ہے، کوئی جھگڑا نہیں۔ دونوں کے حقوق و فرائض بھی آئین میں مختص ہیں۔ قانون سے regulated ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ دونوں ایوانوں کے ارکان بھی یقیناً اس کا ادراک رکھتے ہیں۔ ان کی سٹڈی بھی ہے اور اپنے حقوق و فرائض سے واقف بھی ہیں۔ اس لئے اگر یہ معاملہ دونوں ایوانوں کے ارکان پر چھوڑا جائے تو قطعاً اس میں کوئی تفاوت پیدا نہیں ہو گا۔ لیکن بسا اوقات یہ جو بہت زیادہ over-sensitivity show کی جاتی ہے۔ کسی precedence کے معاملے میں۔ تو یہ بھی کوئی مناسب نہیں ہے۔ میں اس کے لئے کوئی ایسے لفظ استعمال نہیں کرنا چاہتا جو سنجیدگی کے خلاف ہوں۔ جو احترام کے خلاف ہوں۔ لیکن جب دنیا یہ دیکھتی ہے کہ کبھی راستے پر جھگڑا ہو رہا ہے کبھی کسی اور معاملے میں اسے اٹھایا جا رہا ہے۔ تو جن لوگوں نے ان ایوانوں کو منتخب کیا ہے وہ ہمارے بارے میں کیا خیال کریں گے۔ کیا افغانستان کا مسئلہ سنجیدہ توجہ کا محتاج نہیں ہے۔ کیا کشمیر کے معاملات ایسے نہیں ہے جن پر توجہ کی جائے۔ کیا ملک میں امن و امان کا مسئلہ نہیں ہے جس پر دونوں ایوان بیٹھ کر اپنے اپنے دائرے میں اس کے لئے کوئی حل سوچیں کوئی پالیسی بنائیں۔ تعلیم کے مسئلے پر، بیروزگاری کے مسئلے پر، امن و امان کے مسئلے پر یہ تمام معاملات زیادہ سنجیدہ توجہ کے طالب ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنا سارا زور ان معاملات پر صرف کرنے کی کوشش کریں جن کی اہمیت نہیں ہے۔ اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ فرض لیڈر آف دی ہاؤس کا ہے۔ وزیر اعظم کا ہے کہ وہ سپیکر صاحب کو، چیئرمین سینٹ کو، بلوا کر ان معاملات کو chamber میں ہی طے کر لیں تاکہ اس کا کوئی expression باہر جا کر ہمارے بارے میں تاثر کو ضائع نہ کرے۔ شکریہ!

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب فرید اللہ خان صاحب آن اے پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب فرید اللہ خان : میڈم چیئرپرسن ! میری گزارش یہ ہے کہ احساس کمتری کے شکار سپیکر نیشنل اسمبلی کا جو کردار پچھلے چند ماہ میں ہمارے سامنے آیا ہے اس سے بجا طور پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سینٹ اور نیشنل اسمبلی کے درمیان دوری پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر ہم پس منظر میں جائیں تو ایک بہت اچھی حکومت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی تھی۔ اس کے زوال کے اسباب جو تھے ان میں جناب سپیکر پیش پیش تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے متنازعہ شخص کو سپیکر بنانا اس وقت بھی غلطی تھی اور آج بھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طریقے سے وہ سینٹ پر ریمارکس دے رہے ہیں تو اس سے اور تو کچھ نہیں ہو گا جمہوری اداروں کو کمزور کرنے کی ایک کوشش ہو گی اور ان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

میڈم چیئرپرسن ! سب سے پہلے وفاق کی ایک علامت، یعنی صدر محترم کی جو سڑک تھی اسے بند کیا گیا۔ اب وفاق کی جو دوسری علامت ہے 'سینٹ' جو تمام صوبوں کے حقوق کا علمبردار ہے اس کے خلاف آئے دن جو بیانات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی طور بھی جمہوریت اور جمہوری اداروں کے استحکام کا باعث نہیں بن سکتے۔ لہٰذا میں سپیکر صاحب کے ان Remarks پر پرزور احتجاج کرتا ہوں اور اگر اس مسئلے کو کسی مقام پر نہ روکا گیا تو یہ عوام میں ایک مذاق بن جائے گا۔ شکریہ !

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب !

اخونزادہ بہرہ ور سعید : شکریہ میڈم ڈپٹی چیئرمین۔ جناب والا ! انگریزی جمہوری طرز میں جو یہاں بھی لاگو ہے اس میں سپیکر کا جو کردار ہے' وہ الیکشن کے بعد کسی پارٹی کے ساتھ قانون کی رو سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس کا کردار' اسمبلی میں جو حالات ہیں' اس تک محدود رہتا ہے۔ اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسمبلی کی جو کارروائی ہے وہ خوش اسلوبی سے چلتی رہے اور کسی قسم کی رکاوٹ نہ آئے لیکن یہاں بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ 1973ء کے آئین میں پہلی بار سینٹ کا تذکرہ ہوا سینٹ کا وجود پیدا کیا گیا اور اس کے بعد سینٹ کام کرتا رہا۔ لیکن 1989ء میں پہلی دفعہ سینٹ پر حملے شروع ہوئے اور اس کے کردار کو اچھالا گیا۔ جلسہ عام بھی ہوئے اور ایسے بھی Press Confe- rences بھی ہوئیں ایک بہت جوشیلے وزیر نے تو ایک فیصلے کو غلط سمجھا اور بڑے طمطراق سے

ٹی وی میں بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی کہ یوں گیا وہ گیا وہ گیا۔ سینٹ نے جب سے یہ وجود میں آیا ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس کی ایک بڑی اہم ضرورت تھی یہاں پر ہر ایک صوبے کے برابر کے نمائندے ہوتے ہیں بلا لحاظ کسی صوبے کی آبادی یا تعداد کے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا جس طرح سے میرے دوست نے کہا کہ پارلیمنٹ تین comp-onent part پر composed ہے President, Senate اور قومی اسمبلی۔ تینوں کو ملا کر پارلیمنٹ بنتا ہے۔ تینوں میں سے اگر کسی ایک کی کمی ہو تو قانونی طور پر کوئی قانون نہیں بن سکتا۔ اب جو آرڈر ہے اس میں بھی سپیکر صاحب کا درجہ تیسرا ہے تو اس کو بھی دیکھا جائے وہ بھی بڑا دور مقام ہے۔ اس تک پہنچنا یا جمپ لگانا اتنا آسان کام نہیں ہے لیکن سپیکر صاحب کی (اس نوجوان کپتان صاحب کی) جو انہوں نے extra Speaker کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے وہ قابل فہم نہیں ہے یہ کہ دو پارٹیوں میں افہام و تفہیم پیدا کریں۔ یہ اچھی چیز ہے افہام و تفہیم پیدا کرنا، لیکن ان کے سوا پاکستان میں اور کوئی نہیں ہے۔ کوئی عہدے میں ان سے بڑا نہیں ہے یا ان کی عمر میں ان سے کوئی بڑا نہیں ہے یا ان سے عقل کے لحاظ سے زیادہ سمجھدار نہیں ہے۔ یہ اس نے جو اپنے فرائض منصبی کو چھوڑ کر جو دوسرے فرائض سنبھال لئے ہیں بڑے کھانے کرنے بڑے لوگوں کو جمع کرنا وہاں پر intermediator کا رول ادا کرنا یہ سمجھنے والی بات نہیں ہے یہ سپیکر کا کام نہیں ہے اور پھر صدر مملکت پر ایک قسم کا حملہ کرنا کہ یہ راستہ صدر مملکت استعمال نہ کریں۔ جناب! اگر یہ راستہ صدر مملکت استعمال نہ کریں تو یہ پاکستان کسی کی اجارہ داری ہے کہ تم یہ راستہ استعمال کرو یہ نہ کرو یہ ان کو کس رول اور کس قانون اور کس آئین کے تحت یہ اختیارات دیئے گئے ہیں اور اب تو اس پر اکتفانہ کرتے ہوئے نہ صرف بلکہ چند ممبران نے بھی سینٹ کی بڑی تضحیک کی ہے۔ ٹھیک ہے ہم ان کے بڑے بھائی ہیں اس حیثیت سے کی ہے تو اس نے اپنی توہین کی ہے لیکن کب تک ہم یہ برداشت کریں گے۔ ہم نے تو بڑے بڑے آمروں کو بھی برداشت نہیں کیا تو یہ امیرزادے کو ہم کیسے برداشت کریں گے۔

جناب والا! یہ آپ کا فرض ہے آپ چیئرمین کی حیثیت سے ان کو بٹھا کر سمجھائیں اس کو اب سمجھنے کے لئے کافی وقت چاہئے۔ اگر وہ نہیں سمجھ سکتے صرف ایک بات پر کہ وہ

ہمیشہ اس دماغ میں ہیں کہ وہ ایک سپیکر ہیں اس کا extra territorial کوئی jurisdiction نہیں ہے اگر اس سے وہ پھلانگ کر کے کسی اور field میں جائیں گے تو وہ اپنے اختیارات کو غلط استعمال کرنے کی ایک ناکام کوشش کریں گے۔ اس کے راستے میں اور کوئی نہیں تو سینٹ کھڑا ہو گا۔ یہ سینٹ کے 87 ووٹ جو ہیں ان کے راستے میں کھڑے ہوں گے۔ چھوڑیں اس خواب کو جو خواب کبھی انہوں نے دیکھا تھا وہ خواب پورا نہیں ہو گا لیکن میں کہوں گا کہ کیا یہ وقت نہیں ہے کہ وزیر اعظم صاحب دونوں اسمبلیوں کو بلا کر اس مسئلے پر بحث کروائیں کہ آیا موجودہ سپیکر صاحب اپنی منصبی یعنی اسکے منصب کے جو فرائض ہیں کیا وہ پوری طرح سے احسن طریقے سے ادا کر رہے ہیں۔ اور اگر ادا نہیں کر رہے ہیں تو کیا اس کو کوئی دوسرا طریقہ سوچنا نہیں چاہیئے اس سے پہلے کہ واقعات اور خراب ہوں وہ اپنا سٹینڈ لے سینٹ اپنا سٹینڈ لے کوئی بیچ میں آ کر ان کو اور بھی بگاڑنے کی کوشش کرے۔ ملک میں اور مسائل بڑے ہیں تو میں کپتان صاحب کو عرض کروں گا کہ یہ ایک کمپنی نہیں ہے ایک contingent نہیں ہے

That there is not to reason, why?

نہیں ہمارے سر میں دماغ ہے ہم سوچتے ہیں۔

(مداخلت)

<u>اخوانزدہ بہرہ ور سعید</u> : دماغ ہے اور ہم استعمال کرتے رہے ہیں اور میرے لیڈر صاحب نے کہا use it and I have used it, Sir, you know it. And if you permit me I will.......

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : آپ بات کریں۔

<u>اخوانزدہ بہرور سعید</u> : توجناب والا ! میں عرض کر رہا ہوں کہ اس ایذا کو ہم ایسے برداشت نہیں کریں گے۔ یہ معاملہ صرف معذرت نامے سے ختم نہیں ہو گا۔ اس کے لئے ٹھوس اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ سپیکر صاحب آ کر یہاں ہمیں face کریں ہمارے سوالات کا جواب دیں یا ہم وہاں اکٹھے ہو کر بات کرتے ہیں صرف یہ نہیں کہ یہ غلطی سے ہو گیا یہ غلطی نہیں ہے یہ عمداً ہے یہ سہواً نہیں ہے اس واسطے اس پر serious action لینا چاہیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب خلیل الر حمان صاحب۔

**Mr. Khalil-ur-Rehman:** Madam Deputy Chairman, I think, it is an absolute apathy that we are totally concentrating on personalities. I think, we had two very good statements from the Leader of the House and Raja Zafar-ul-Haq in which he said that this has to be dealt with a little bit more sanity. I will go further, we don't have only Kashmir problem, we don't have even Afghanistan problem, we have law and order. We have people who have no food. We have water problem. There is no education. There are so many other problems that this House can deal with them and we are wasting such a lot of precious time on these little quibblings.

I am sure that at a certain level you and the Prime Minister and the Speaker can sort this out. So, my request is that we should spend a little bit more time on little bit more productive affairs. That is all. Thank you.

جناب محمد ابراہیم خان : محترمہ چیئرمین صاحبہ ! میری آواز آپریشن کی وجہ سے کچھ کرخت ہے۔ پھر بھی میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ کہوں۔ آج کا یہ مسئلہ جو فصیح اقبال صاحب نے اٹھایا ہے یہ نہایت ہی اہم ہے اور قومی سالمیت کا مسئلہ ہے۔ میرے خیال میں فاضل اراکین اسمبلی کو اس کے پس منظر کا پورا حال معلوم ہے کہ سینٹ کیسے وجود میں آیا اور 1973ء کا آئین کیسے وجود میں آیا۔ یہ وہ حالات تھے کہ جہاں ہمارا مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہو چکا تھا اور باقاعدہ ملک کی آزادی اور سالمیت کے متعلق سوچا جانے لگا تھا کہ بقایا مغربی پاکستان کیسے intact رہے گا اور کیسے باقی رہے کیسے یہ سالم رہے گا ؟ اسی روشنی میں اس ایوان کی Provision رکھی گئی اور اسی صورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سینٹ کا وجود منظر عام پر آیا ہے۔ اس لئے کہ اس سینٹ میں سب صوبوں کی برابر کی نمائندگی ہے۔ ہمارے صوبے کسی کے مفتوحہ نہیں ہیں۔ ہمارے صوبے کسی کے مقبوضہ نہیں ہیں۔ ہم اس ملک میں رہتے ہیں مساوی شہری کی حیثیت سے ہمارے پورے حقوق ہیں۔ یہ پارلیمنٹ تو پہلے بھی تھی پاکستان کے ٹوٹنے سے پہلے بھی پارلیمنٹ تھی لیکن یہ تو اس حادثے کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ جبکہ ہمارے ملک کا ایک بازو ٹوٹ گیا اور تب سیاستدانوں کو دانشوروں کو سوچنا پڑا کہ کیا کیا جائے باقی ملک کو سالم رکھنے کے لئے اس ملک کے بقایا حصے کو

مغربی پاکستان کو سالم رکھنے کے لئے یہ سینٹ وجود میں آیا ہے اور اس میں قومیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے تو ہم یہ کیسے برداشت کریں کہ ہمارا وہ سینٹ جو ایوان بالا ہے ہماری وفاقی اکائیوں کی ضمانت ہے اس کی روز روز تضحیک ہو۔ کبھی کسی رکن کی تضحیک ہو، کبھی ہمارے متعلق Press میں ایسے بیانات آئیں، کبھی اسمبلی میں ایسے بیانات آئیں کہ وہاں کچھ کام ہوتا ہی نہیں ہے۔ میرے خیال میں سب سے اہم اس ملک کی بقاء، سالمیت اور تحفظ کا سوال ہے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں اسے خود ایک افسوسناک بات سمجھتی ہوں لیکن اگر آپ اسے لکھ کر دے دیں میں اسے ریکارڈ پر لانا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد میں سپیکر اور وفاقی وزیر پارلیمانی امور سے خود ہی بات کروں گی تاکہ اس مسئلے کا ہم کوئی حل نکالیں۔

## LEAVE OF ABSENCE

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب محمد حمید الدین سیالوی عمرہ کی ادائیگی کے لئے سعودی عرب جا رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے مورخہ 3 مارچ تا حالیہ مکمل اجلاس ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب حامد رضا گیلانی نے ذاتی وجوہات کی بنا پر مورخہ یکم تا 10 مارچ ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب خواجہ محمد آصف ناگزیر وجوہات کی بناء پر مورخہ 16 تا 27 فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب انور سیف اللہ خان وزیر برائے ماحولیات و شہری امور نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری مصروفیات کے باعث مورخہ یکم تا 6 مارچ اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : Privilege Motion میر سہراب خان کھوسو، نمبر 1

سید فصیح اقبال : جناب چیئرمین صاحبہ ! ان کی طرف سے مجھے جیکب آباد سے ابھی ٹیلی فون آیا ہے کہ وہ کسی کام کے سلسلے میں جیکب آباد چلے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ آپ اسے 12 مارچ تک defer کر دیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اچھا جی ڈیفر کر دیں۔ سید عبداللہ شاہ پوائنٹ آف آرڈر۔

سید عبداللہ شاہ : میں نے ایک Privilege Motion Move کیا ہوا ہے۔

on the statement of the Minister with regard to payment of salaries to The Pakistan Times' employees.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ ذرا بیٹھیں۔ ایک کو بولنے دیں۔ فصیح صاحب ! آپ کیا کہتے ہیں ؟

**Syed Abdullah Shah:** That was deferred because Prof. Khurshid who was also one of the movers of this privilege motion was not there and that is again not being taken. Now Prof. Sahib is also here, I am also here therefore, that may be taken up.

**Madam Deputy Chairman:** Pir Abbas Shah Sahib.

سید عباس شاہ : آپ نے چھٹیوں کی درخواستوں اور منسٹروں کی غیر حاضری سے متعلق reference کئے Anwar Saifullah is a member of this House, کیا ان کا reference آیا ہے۔

I would like to know,

ہمارے Finance Minister کی غیر حاضری کی کیا وجہ ہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : پوائنٹ آف آرڈر، کھوسو صاحب کے privilege motion کے حوالے سے میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ نے privilege motion دی ہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میں نے privilege motion نہیں دی۔ اس پر privilege motion کے حوالے سے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی mover اس وقت نہیں ہے۔ اگر آپ نے دینا ہے تو Privilege Motion دیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں جو فنڈز ملے تھے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ آپ privilege motion move کریں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ یہ بات نہیں کر سکتے کیونکہ یہ معاملہ آپ Motion کے ذریعے دے دیں پھر متعلقہ وزیر اس کا جواب دے دے گا یہاں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

## POINT OF ORDER *RE*: COVERAGE OF PROCEEDINGS OF STANDING COMMITTEES BY P.T.V.

سید عبداللہ شاہ : پوائنٹ آف آرڈر، محترمہ کل ہماری Standing Committee on Education کی میٹنگ ہوگی۔ اور یہ ایک ہی کمیٹی ہے جس کا چیئرمین میں ہوں who comes from the opposition? وہاں پر ٹیلی ویژن والے صاحب بھی آئے تھے ٹیلی ویژن کی جو پالیسی ہے وہ آج تک ہمیں سمجھ میں کم ہی آئی ہے۔ اس ہاؤس میں کافی شکایات ہوتی رہی ہیں وہ pick and choose کرتے ہیں جس کو چاہئیں ٹیلی ویژن پر لاتے ہیں لیکن میں نے یہ مسئلہ اس لئے اٹھایا ہے کہ ایک ہی کمیٹی کا چیئرمین opposition benches سے میں ہوں اور اس کمیٹی نے اچھا خاصا کام کیا ہے۔ ہم نے پرائم منسٹر صاحب کو جو proposals بھیجے تھے۔ he had to accept that and the Minister of Education was good enough to thank the Committee in yesterday's meeting for our cooperation and support to him. ٹیلی ویژن والے آئے بھی تھے لیکن اس کو black out کر دیا گیا یہ پہلے بھی مندوخیل صاحب نے شکایت کی تھی وہ بھی اس کمیٹی کے ممبر ہیں ہم نے پہلے بھی ایک میٹنگ کی تھی اس کو انہوں نے black out کر دیا تھا میں آپ سے request کروں گا کہ آپ اس بات کو اٹھائیں یا تو ہم ٹیلی ویژن کا مکمل boycott کریں۔

میں ہاؤس کو بھی and I will request the other honourable Senators also request کرو نگا کہ وہ اس میں ہمارا ساتھ دیں یہ کوئی ناجائز بات نہیں ہے جو سینیٹر ایسے ہی جا کر پبلک جلسے کرتے ہیں ان کو بھی دکھایا جاتا ہے کیونکہ وہ سرکار کے ساتھ ہیں لیکن ہم جو یہاں official کام کرتے ہیں۔ even that is to be black out. This is very deplorable.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اس کا Notice لے لیا گیا ہے لیکن متعلقہ منسٹر عبدالستار لالیکا تو یہاں نہیں ہیں۔

سید فصیح اقبال: میں نے کل یہ دیکھا تھا اور میں نے اپنی کل کی میٹنگ کے ایجنڈے میں بھی رکھا ہے اور یہ واقع کئی مرتبہ ہوا ہے کو اپوزیشن کی coverage نہیں ہوئی۔ ہاؤس کی رپورٹنگ کے سلسلے میں بھی میں نے یہاں بار بار بیان دیا ہے۔ ان کا رویہ پورے پارلیمنٹ کے سلسلے ہی میں ایسا ہے اس میں اپوزیشن اور treasury کا مسئلہ نہیں ہے اور وہ کبھی کس کو دے دیتے ہیں کبھی کسی کو دے دیتے ہیں کل کے واقعے میں میں آپ کے ساتھ ہوں کہ ایک کمیٹی کی خبر انہوں نے دی لیکن تصویر نہیں دی۔ اور کل ہمارے میٹنگ ہو رہی ہے............

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔

سید فصیح اقبال: میں کل کمیٹی میں اس کو discuss کر رہا ہوں

Then you inform the House also

سید فصیح اقبال: ہاؤس ہی کو inform کریں گے اس لئے کہ ہاؤس نے دو چار چیزیں refer کی ہیں۔ آپ کے اقبال حیدر صاحب بھی ممبر ہیں۔ کمیٹی میں سب ممبر ہوتے ہیں۔

شیخ ظریف خان مندوخیل: پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ عبداللہ شاہ صاحب صحیح فرماتے ہیں کہ ٹی وی والے جو ہیں وہ اپوزیشن اور حکومت والوں کو نہیں دیکھتے ہیں بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کون ان کو سلام کرتے ہیں کون نہیں کرتے ہیں ہم نے دیکھا ہے کسی کے منہ پر کیمرہ 5 منٹ تک Fix کر کے رکھا ہے جو سلام نہیں کرتے ہیں ان کو دیکھتے بھی نہیں ہیں یا تو

وہ ہمارے لوگوں کا فوٹو نہ لیں یا اگر لیتے ہیں تو پھر برابری کے حساب سے coverage کریں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اس کا notice لے لیا گیا ہے۔ میں چیئرمین Information کمیٹی سے بھی درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس کو اپنی کمیٹی میں بھی لے لیں۔ President's Address پر حافظ حسین احمد صاحب اب آپ conclude کرنے کی کوشش کریں اس دن ختم نہیں ہوا تھا۔ میں ہاؤس سے یہ بھی درخواست کرتی ہوں کہ یہ تقریریں تو اس طرح ختم نہیں ہوں گی اب آپ کو اس پر کوئی time limitation کرنی ہوگی یا میں وفاقی وزیر پارلیمانی امور سے بات کرتی ہوں وہ اس وقت موجود نہیں ہیں کہ وہ ہاؤس کو روزانہ چلائیں ورنہ اس میں دو مہینے گزر جائیں گے اور ہمارے سپیکر پورے نہیں ہوں گے۔ وزیر صاحب کو ذرا بلوالیں۔

جناب محمد علی خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ محترمہ چیئرپرسن صاحبہ ! اس ضمن میں میں نے وزیر انچارج سے بات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جب پانچ تاریخ کو نیشنل اسمبلی کا سیشن ختم ہو جائے گا اس کے بعد ہم انشاءاللہ daily session کریں گے تاکہ یہ کام بھی نمٹ جائے اور گورنمنٹ کے کچھ Bills ہیں وہ بھی ہم نے نکلوانے ہیں۔

FURTHER DISCUSSOIN ON THE PRESIDENT'S ADDRESS

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب حافظ حسین احمد صاحب ! اب آپ نے conclude کرنا ہے۔

حافظ حسین احمد : شکریہ ! میں صاحب صدر کے ارشادات کی روشنی میں گزارشات کر رہا تھا۔ انہوں نے امن و امان کی صورت حال کے بارے میں بھی یہ بات کہی ہے کہ جرائم کے گراف میں بظاہر قابل ذکر کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ قابل ذکر کمی تو کیا قابل ذکر اضافہ ہوا ہے۔ اور یہ اور بات ہے کہ اس وقت جو جرائم اندرون سندھ ہو رہے ہیں یا جو جرائم اندرون پنجاب ہو رہے ہیں یا جو جرائم خود حکومت کرا رہی ہے ان کو اخبارات کے ذریعے عوام تک پہنچنے سے روکا جارہا ہے۔

میں مختصراً یہی عرض کروں گا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے

والے مرحوم مولانا ایثار قاسمی جو قومی اسمبلی کے ممبر بھی تھے اور اس حیثیت میں جھنگ کے ضمنی الیکشن میں انہیں قتل کیا گیا اور اہم بات یہ ہے کہ مقتول خود آئی جے آئی کے ممبر تھے اور جو اس کا مقابلہ کر رہے تھے انہوں نے اپنے ممبر کو قتل کروایا اور اس وقت بھی ایف آئی آر کی کاپی موجود ہے۔ اس میں باقاعدہ طور پر ان افراد کو نامزد کیا گیا ہے لیکن جو کچھ ہوا آج تک اس کیس کا کوئی پتہ نہیں۔ ہم تو پہلے سنتے تھے کہ اپوزیشن کے خلاف کارروائیاں ہوتی ہیں۔ اپوزیشن کے خلاف انتقامی کارروائی کی جاتی ہے لیکن آج اس حکومت نے ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ اپنے قومی اسمبلی کے ممبر کو قتل کروایا جاتا ہے اور پھر قاتل کی پشت پناہی کی جاتی ہے۔

آج جھنگ میں جو صورتحال ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت بھی مولانا ایثار قاسمی کے گھر پر آدھی رات کو پولیس نے چھاپہ مارا سنگینیں تان کر ان کی بیوہ اور بچیوں کو اور بچوں کو نکالا گیا اور بلا وارنٹ ان کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا چادر اور چار دیواری کا تقدس ہے۔ یہ نواز شریف کی شریفانہ حکومت ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دین جس کو قتل کرایا گیا جو آپ کا اپنا ایم این اے تھا آج آپ اس کے گھر سے ان یتیم بچیوں اور بیوہ کو باہر سڑک پر نکال کر آدھی رات کے وقت بلا وارنٹ کس انداز میں وہاں جا کر تلاشی لیتے ہیں۔ آج بھی "جنگ" میں خبر آئی ہے، آج کے اخبارات میں ہے کہ حکومتی forces کی سنگینوں کے سائے میں وہاں پر حکومتی امیدوار کو جتانے کے تمام تر انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر یہاں جمہوری اداروں کی بات کی جاتی ہے۔ جمہوریت کی بقا کی بات کی جاتی ہے اور جمہوریت کے Champion جو بنے ہیں وہ صبح و شام جو بیانات دیتے ہیں، ان کو دیکھئے اور آج جھنگ میں صورت حال ہے۔ اس کے بارے میں ہم سمجھتے ہیں کہ جھنگ انتظامیہ بلکہ وائیں انتظامیہ مکمل طور پر جھنگ شہر کو اپنا ؟جنگ کدہ، بنانا چاہتی ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ وہاں دوبارہ اس قسم کے حالات پیدا ہوں۔

محترمہ ! میں اس کی مذمت کرتا ہوں اور آپ کے توسط سے میں حکومت کو مشورہ دوں گا کہ خدارا ایک نشست کے لئے اسے اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ اگر جھنگ کے عوام آپ کے خلاف ہیں اور ان کا فیصلہ آپ کے خلاف جا رہا ہے تو خدارا ! اپنی فورسز کے ذریعے اور دھاندلی کے ذریعہ دوبارہ جھنگ کے حالات کو خراب نہ کریں۔

محترمہ ! اس ضمن میں صدر صاحب نے' پریس کی آزادی کی بات کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں جناب پریس کی آزادی اور ذرائع ابلاغ کی آزادی ایک طرف اور ریڈیو اور ٹی وی کی آزادی کی بات ہی کچھ اور ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں پر ذرائع ابلاغ کے بارے میں سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین جو کہ آپ کی پارٹی آئی جے آئی سے تعلق رکھتے ہیں' وہ خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ جناب یہاں پر دوغلی پالیسی چلائی جا رہی ہے۔ پارلیمنٹ کے ممبروں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ یہاں پارلیمنٹ کی Lobby میں جو پریس کی ٹیم بیٹھی ہوئی ہے' ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ ان کا Interviews کے لئے کیا معیار ہوتا ہے۔ وہ کتنے پیسے لیتے ہیں۔ کس انداز میں اور کون ان کو Dictation دیتا ہے کہ جناب ! آپ فلاں فلاں کا Interview لیا کریں۔

میں نہیں سمجھتا کہ یہ کیسے ہوتا ہے کہ بات تو منظور گچکی صاحب کر رہے ہیں اور وہ Interview کسی اپنے چہیتے سے لے رہے ہوتے ہیں کہ جناب منظور گچکی نے کیا کہا ہے۔ اس سے بڑی زیادتی کیا ہے کہ جو ممبر خود بات کر رہا ہے جو تقریر کر رہا ہے' وہ خود تو اپنی تقریر کے بارے میں رائے تو نہیں دے رہا ہے بلکہ اس کی تجویز اور تقریر کے بارے میں رائے کسی اور ممبر سے پوچھی جا رہی ہے جو کہ باہر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں جو کہ کسی بحث میں حصہ نہیں لے رہے ہوتے ہیں۔ جناب والا ! ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ممبر جو کارروائی میں موجود نہیں ہوتا ہے' باہر بیٹھا ہوا ہے' چائے پی رہا ہے اور کیفے ٹیریا سے آکر Interview دے کر چلا جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ زیادتی ہے۔

جناب والا ! پہلے تو یہ تھا کہ اپوزیشن کے جو اخبارات تھے ان کو اس انداز سے ڈرایا دھمکایا جاتا تھا لیکن آج امروز ہے' پاکستان ٹائمز ہے' جو سرکاری اخبارات ہیں' ان کے ملازمین کو اور صحافیوں کو جس انداز میں ڈرایا جا رہا ہے اور ان کی جس انداز میں معاشی ناکہ بندی کی گئی ہے اور اقتصادی طور پر ان کا جس طریقہ سے ناطقہ بند کیا جا رہا ہے۔ اس کی ہم مذمت کرتے ہیں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : مہربانی کر کے ذرا اپنی تقریر conclude کریں۔

<u>حافظ حسین احمد</u> : محترمہ ! ابھی تو پوری خارجہ پالیسی ہے جس پر میں نے بات کرنا ہے۔ میں تو مختصراً بات کر رہا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ لاء اینڈ آرڈر پر پہلے بھی بات کر چکے ہیں۔

حافظ حسین احمد : اب صدر صاحب نے کافی باتیں کہی ہیں ' یا تو آپ ان کو کہتے کہ وہ مختصر بات کرتے اب ظاہر ہے کہ ان کے متعلق ہم بھی بات کریں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ لاء اینڈ آرڈر پر اس دن بھی بول چکے ہیں۔

حافظ حسین احمد : محترمہ ! لاء اینڈ آرڈر کی بات نہیں ہے بلکہ میں تو اب خارجہ پالیسی کی بات کرنے والا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اس پر آپ بات کرلیں۔

حافظ حسین احمد : صدر صاحب نے جو خارجہ پالیسی کی بات کی ہے اس کے متعلق ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی سالمیت کے لئے اس وقت مسئلہ جو ہے وہ کشمیر کا مسئلہ ہے۔ کشمیر کے مسئلہ کے بارے میں 1947ء سے لے کر آج تک جو صورت حال سامنے ہے ' میں نہیں سمجھتا کہ کشمیر کا مسئلہ جو ہے یہ صرف پاکستان کی خارجہ پالیسی تک محدود ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ کشمیر کا مسئلہ ہماری داخلی ہی نہیں بلکہ ہماری نظریاتی پالیسی کا ایک حصہ ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ ' محترمہ ! یہ ہے کہ ہم نے آج تک مخلصانہ طور پر کوئی پیش رفت نہیں کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر آج کوئی خود مختار کشمیر کی بات امریکن world order کے تحت کرتا ہے ' اور ہم اس کی بات کرتے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے اگر وزیر اعظم نواز شریف صاحب خود بھی تیسرے option کی بات کرتے ہیں تو میں ثابت کر سکتا ہوں کہ خود تیسرے option کی بات اس بات کی مظہر ہے کہ انہیں خارجہ امور پر دسترس حاصل نہیں ہے اس وقت افغانستان کا مسئلہ ہے ' الجزائر کا مسئلہ ہے ' خلیج کا مسئلہ ہے اس طرح کی چیزیں ہیں۔ جناب ! ہم جمہوریت پسند ہیں ' ہم اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ہیں۔ الجزائر میں عوام نے اسلام کے لئے ووٹ دیا ' الجزائر میں عوام نے اپنے نمائندے منتخب کئے لیکن آپ بتائیے کہ آپکی وزارت خارجہ اس سلسلے میں کیا کچھ کر رہی ہے۔ الجزائر میں فوج نے قبضہ کیا اور جو جمہوری طاقتیں ہیں جو عوام کی طاقت کی بات کرتے ہیں............ میں بصد احترام کہوں گا کہ جناب ! امریکی پالیسی میں ہماری اپوزیشن پی ڈی اے اور حکومت کی آئی جے آئی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الجزائر کے مارشل لاء کی حمایت محترمہ بے نظیر بھٹو نے بھی کی جناب اگر یہ اسلامی قوتیں جمہوریت کے حوالے سے اور عوامی فیصلوں کے حوالے

سے، جو عوام کی تائید حاصل کرتی ہیں اس تائید کے حاصل کرنے کے بعد فوجی قوت امریکی سامراج کے اشارے پر اس تائید کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہیں اور پھر وہاں پر مارشل لاء لگایا جاتا ہے تو پھر ہمارا یہ فرض ہے کہ اگر ہم جمہوریت کی بات کرتے ہیں ' اگر ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو ہمارے وزارت خارجہ کو چاہیئے کہ وہ بھرپور انداز میں اس مسئلہ کو اٹھائے اور اس کے لئے stand لے۔

اگر ترکی میں اسلامی تنظیموں کو 60 نشستیں ملتی ہیں اور اسکے بعد انکی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کی سازش کی جاتی ہے تو اس پر ہماری حکومت کیوں خاموش ہے ............ اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نام نہاد ترقی پسند ہیں اگر اسلام کو بنیاد پرست کہا جاتا ہے تو ہمیں اس پر فخر ہے کہ سب سے بڑے بنیاد پرست ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت جو عالمی سطح بالکل اپنی ناکام خارجہ پالیسی اور دوغلی خارجہ پالیسی کی وجہ سے ہم امریکی سامراج کے فریب میں آ چکے ہیں۔

**Akhunzada Beharawar Saeed:** Question.

حافظ حسین احمد : اسکے جال میں پھنس چکے ہیں ............ اور ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس وقت وزارت خارجہ میں اگر سکت ہے ' غیرت ہے تو وہ آکر پارلیمنٹ کے مشترکہ Session میں وضاحت فرمائیں۔ میں نے مطالبہ کیا ہے کہ پارلیمنٹ کا ایک مشترکہ اجلاس بند کمرے میں بلائیں اور خدارا ' قوم کے نمائندوں کو اعتماد میں لیں کہ آپ کیا گل کھلا رہے ہیں آپ نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے آپکو کوئی اختیار نہیں ہے ............ بیگم عابدہ حسین کو کوئی اختیار نہیں ہے ............

**Akhunzada Beharawar Saeed:** Question.

حافظ حسین احمد : آپ بے شک question کریں۔ میں کہتا ہوں کہ بیگم عابدہ حسین نے جو کہ ایک سیاست دان ہے ' سیاست جانتی ہے ' وہ ایسا بیان بغیر آپ کے اشارے کے ' بغیر امریکہ کے اشارے کے ' نہیں دے سکتی کہ ہم اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں اور جب ہم نے اس پر احتجاج کیا ' اسی دن میں نے آپ کے سینٹ سیکرٹریٹ میں ایک تحریک التواجمع کروائی تو اسی دن ایک وضاحتی بیان جاری کیا گیا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ہم اسرائیل کو کسی عرب ملک سے پہلے تسلیم نہیں کریں گے۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا

ہوں کہ ہماری جو خارجہ پالیسی ہے وہ کیا کسی ٹاؤٹ عرب ملک کے تابع ہے۔ یہ حق ان کو کس نے دیا ہے۔ وہ ایک سفیر یا سفیرنی تو ہو سکتی ہے لیکن وہ خارجہ پالیسی کی ترجمان نہیں ہو سکتی ہے۔ خارجہ پالیسی آئی جے آئی کی نہیں ہو سکتی ہے پی ڈی اے کی نہیں ہو سکتی ہے اگر وہ خارجہ پالیسی جو پاکستان کے کروڑوں عوام کے جذبات کے منافی ہوگی تو ہم اسے نظرانداز کر دیں گے۔

جناب! آپ آج کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں۔ بہرہ ور سعید میری تقریر پر question کہتے ہیں لیکن آج کے اخبارات اٹھا کر دیکھیں۔ آپ کی ایک حلیف جماعت، جماعت اسلامی نے وزیر اعظم سے اپنی ملاقات میں بیگم عابدہ حسین کی Vidio Cassette پیش کی ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ جناب بیگم عابدہ حسین نے واضح طور پر کہا ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کریں گے۔

اخوانزاہ بہرہ ور سعید : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ طے ہوا ہے کہ مداخلت نہیں ہو گی۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : اخبار میں یہ خبر ضرور چھپی ہے لیکن جماعت اسلامی نے یہ کہا ہے کہ ہم نے یہ Cassette پیش نہیں کی بلکہ پیش کر سکتے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔

مہربانی فرما کر interrupt نہ کیا کریں۔ حافظ صاحب !

حافظ حسین احمد : میں یہ عرض کروں کہ یہ دوغلی پالیسی کیوں۔ وہ کیسٹ وہاں پیش نہ کریں، وہ محترم ہیں، ان کے ممبران یہاں موجود ہیں، وہ اس سینٹ میں پیش کریں۔ وزارت خارجہ کے انچارج جناب کانجو صاحب ہیں وہ آئیں وہ اپنی بات سینٹ میں بیان کریں۔ ہمارے محترم سید فصیح اقبال کے "توجہ دلاؤ نوٹس" کے جواب میں جو بیان دیا گیا تھا وہ اپنی جگہ اور یہ جو بیان دیا گیا ہے جو غلط ہے۔ اگر یہ واقعی غلط ہے تو پھر آپ کیوں اس کے خلاف تحریک استحقاق پیش نہیں کرتے۔

محترمہ ! میں بات مختصر کرتا ہوں کہ اس وقت جب اقتصادی میدان میں Soviet Union شکست کھا چکا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ افغانستان کے راستے خلیج میں داخل ہونے کے لئے ایک سپر طاقت نے بھی کوشش کی تھی اور اسے افغان عوام نے ناکام بنا دیا ہے۔

اس وقت بیگم عابدہ حسین یہ برملا کہتی ہے کہ جناب ! امریکہ ہماری کس طرح اقتصادی ناکہ بندی کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہم نے گیارہ سال تک افغانستان میں امریکہ کی مدد کی۔ ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جناب ! آپ نے' ہمارے کچھ دوستوں نے' قاضی صاحب نے کہا کہ حکومت کی پالیسی تبدیل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ حکومت کی پالیسی افغان مسئلے پر تبدیل نہیں ہوئی ہے۔ حکومت کی پالیسی کل بھی افغان مسئلے پر امریکی پالیسی کو follow کرنا تھا آج بھی امریکی پالیسی کے پیچھے چلنا ہے۔ کل امریکہ کی پالیسی جس قسم کی تھی اس کے مطابق انہوں نے چلنے کی کوشش کی۔ آج بھی اس کے مطابق چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس وقت اگر حکمت یار صاحب آج بیان دیتے ہیں کہ جناب ہمیں یہ دکھ ہوتا ہے ہم پاکستانی سیاستدان ایک دوسرے کے خلاف بیان دیتے ہیں۔ محترم حکمت یار صاحب ! ہمیں بھی دکھ ہوتا ہے جب آپ کی گولیاں اپنے ہی مسلمانوں کے سینوں کو چھلنی کرتی ہیں۔ محترمہ ! خارجہ پالیسی کے لئے اس وقت ضروری ہے کہ ہم قوم کو اعتماد میں لیں اور اصولی طور پر ہم فیصلہ کریں ہمیں شف شف نہیں کہنا ہے۔ ہمیں شفتالو آرڑو یعنی' کب تک ہم سمجھتے ہیں اس مسئلے کے بارے میں ہم معذرت خواہانہ رویہ اختیار کریں گے۔

صدر صاحب نے اقوام متحدہ کے منشور کی بات کی کہ یہ ایک عالمی ادارہ ہے لیکن اقوام متحدہ نے ہمیں کیا دیا ہے' اقوام متحدہ نے تیسری دنیا کو کیا دیا ہے ؟ .U.N.O اس وقت وہ .U.S.O بن چکا ہے۔ United States Organization بن چکا ہے۔

جناب صاحب صدر کی تقریر کو میں نے بار بار پڑھا اور غور سے دیکھا۔ اس میں تو ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بارے میں صدر صاحب ! آپ آج مشکلات میں مبتلا ہیں وہ ہماری سالمیت کا مسئلہ ہے وہ ہماری ایٹمی صلاحیت کا مسئلہ ہے۔ جناب صاحب صدر نے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے خطاب فرمایا لیکن انہوں نے اس چیز کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ کیا پارلیمنٹ کے ارکان اس بات کے اہل نہیں ہیں کہ پاکستان کی اتنی بڑی اہم پالیسی کے بارے میں انہیں darkness میں رکھا جائے اور پھر اخبارات آپ اٹھائیں کانجو صاحب ! اللہ' کیا کریں جی ہمارے دوست ہیں............

میڈم ڈپٹی چیئرمین : خوش رکھے۔

حافظ حسین احمد : وہ بیچارے' اللہ انہیں خوش رکھے۔ انہیں کیا پتہ لیکن ذکی کچھ

اور کہتا ہے۔ ایک کہتا ہے جی کہ ایٹمی صلاحیت ہم نے حاصل کر لی ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ اس کے قریب ہیں اور تیسرا کہتا ہے کہ جناب ہم کچھ کر چکے ہیں۔ جناب ! آپ کس سے یہ بات چھپانا چاہتے ہیں ؟ کیا امریکہ سے یا سی آئی اے سے ؟ وزیر اعظم صاحب صبح جو ناشتہ کرتے ہیں تو سی آئی اے اور امریکیوں کو پتہ ہوتا ہے کہ جو انڈا آپ نے آملیٹ کرایا ہے وہ فارمی مرغی کا ہے یا دیسی مرغی کا' ...........

(مداخلت)

حافظ حسین احمد : ہاں آپ کے اداروں میں Tout بیٹھے ہیں۔ امریکی Agent بیٹھے ہیں۔ اصل میں آپ قوم کو darkness میں رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ قوم کو confusion میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک دن جناب کہتے ہیں کہ دو ہمارے ساتھ ہیں دوسرے دن کہتے ہیں کہ ایک ہمارے ساتھ ہے۔ یہ کیا بات ہے آپ میں اخلاقی جرات ہونی چاہیئے۔ آپ بتائیں بہرہ ور سعید صاحب ! آپ بھی پٹھان ہیں اگر پٹھان ایک ہتھیار رکھتا ہے اور اگر وہ ہتھیار کوئی چھپائے تو پھر وہ کسی دشمن کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔

(مداخلت)

حافظ حسین احمد : جناب ! میں نے وزیر اعظم کی بات کی تھی وہ تو حلوہ کھاتے ہیں' ہم سمجھتے ہیں کہ محترمہ ! یہ بات کیا ہے ؟...............

اخونزادہ بہرہ ور سعید : یہ جناب حلوہ کھانا کسی اور طبقے کا کام ہے یہ کیا ہوتا ہے یہ تو ہمارا حق ہے حلوہ تو ہم کھاتے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب ! آپ بہت زیادہ disturbance ڈال رہے ہیں۔ آپ تو ایک بہت ہی سینئر پارلیمنٹرین ہیں بہت افسوس کی بات ہے۔ جناب حافظ حسین احمد صاحب !

حافظ حسین احمد : محترمہ ! وقت کی قلت کے باعث میں ختم کر رہا ہوں۔ میں گزارش کر رہا ہوں کہ محترمہ ! یہ بات کیا ہے یعنی کس بات کو چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے آصف نواز صاحب نے کہا کہ امریکیوں نے ہماری بات سمجھ لی ہے۔ ان کی سمجھ میں ہماری بات آ گئی ہے۔ ہم کہتے ہیں جناب کہ ان کی سمجھ میں ہماری بات نہیں آئے گی بلکہ ہم نے ان کی بات مان لی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جناب ! کل

کہیں ایسا تو نہیں کہ جو ہماری صلاحیت ہے جو اس قوم نے اپنے خون اور پسینے کی کمائی سے اس کے حصول کی جدوجہد کی ہے۔ آپ اپنے کسی ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر یا آپ کا کوئی سفیر کسی Cabin میں بیٹھ کر اس کے خاتمے کے لئے سودا کرے گا اور پھر آپ قوم کو کہیں گے کہ جناب ! ہمارے پاس کچھ نہیں تھا کہ کسی کو بھی اس کا حق نہیں پہنچتا اگر پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر کوئی بھی طبقہ چاہے وہ گورنمنٹ میں ہو چاہے وہ امریکہ میں ہو کسی بھی سطح پہ میلی آنکھ اٹھائے گا ہم پاکستانی قوم اس آنکھ کو پھوڑنے کے اہل ہیں۔

محترمہ ! ہماری خارجہ پالیسی کی یہ صورتحال ہے کہ آج وسطی ایشیاء کی جو ریاستیں آزاد ہوئی ہیں۔ ان کے بارے میں ہم کیا کریں کیا ہم انہیں بھی جن کے پاس مسلم ممالک میں جو سب سے بڑی ایٹمی طاقت ہے.......... قازقستان کے صدر آئے تھے ہم بھی اسے اس لائن پہ لگا رہے ہیں اور ہم یہ کوشش کرتے ہیں اسے بھی اس American Block کے تابع بنایا جائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ محترمہ ! اس وقت جو صورتحال ہے اس میں ہماری حکومت کس کے اشارے پر کہتی ہے جی کہ جناب ! وسطی ایشیاء کی تین مسلم ریاستوں کو نرم سودی نرخ پر قرضے فراہم کر رہے ہیں۔ سود خوروں کی حکومت دوسری نو مسلم ریاستوں کو بھی اس کا چسکا لگانا چاہتی ہے۔ محترمہ ! میں نے یہاں پر اقتصادی مسائل کے بارے میں جب یہ بات کی تھی کہ یہاں سودی نظام کو چھوڑے بغیر ترقی ناممکن ہے اس ایوان میں آصف علی زرداری..........

<u>جناب عبدالرحیم خان مندوخیل</u> : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب ! میں معذرت کے ساتھ مداخلت کر رہا ہوں بہرحال حافظ صاحب نے لفظ استعمال کیا ہے نو مسلم، کوئی نو مسلم نہیں ہے آپ اور کوئی لفظ استعمال کریں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی حافظ صاحب !

<u>حافظ حسین احمد</u> : "نو آزاد" کہہ دیں جی۔ آپ مجھے ہی کہہ دیتے کان میں۔ محترمہ ! میں گزارش کروں گا کہ انہوں نے "نوائے وقت" 22 فروری کے شمارے میں یہ کہا تھا کہ سودی نظام کو چھوڑے بغیر ترقی ناممکن ہے۔ میں نے اس کا حوالہ دیا۔ اس

Floor پہ انہوں نے برملا مجھے یہ کہا کہ حافظ حسین احمد جھوٹ بول رہا ہے علماء جھوٹ بول رہے ہیں اور انہوں نے چیلنج کیا کہ اگر حافظ حسین احمد یہ ثابت کرے۔ میں نے ایک دعویٰ کیا تھا کہ Central Cooperative Bank لاہور سے 85 لاکھ روپیہ قرضہ لیا گیا تھا اور ان کے یہ صدر تھے میرے پاس تمام معلومات ہیں اور میں بتانا چاہتا ہوں کہ جناب 75ء اور 76ء میں اس کی Recovery کے لئے دس لاکھ روپے کے دینے کی کوشش کی وزیر اعلیٰ صادق حسین قریشی اور اس دور کے ایک ایم پی اے جن کا نام اگر بعد میں شاید ضرورت پڑی تو میں بتا سکتا ہوں۔ اس وقت ایک Audit ہوا تھا۔ اس کمیٹی نے Managing Body کو ذمہ دار قرار دیا تھا۔ اس کی رپورٹ یہ تھی کہ جناب Bogus Advance لیا گیا ہے۔ اس وقت سنٹرل کو آپریٹو بنک لاہور کے صدر سردار احمد علی، سردار آصف احمد علی کے والد تھے۔ یہ حقائق ہیں یہ Proof ہے۔ یہ عدالتوں میں ہے آج بھی میں کہتا ہوں کہ اس کے بعد سردار فاروق احمد علی جو سردار آصف احمد علی کے بھائی ہیں وہ اس کو آپریٹو بینک کے صدر بنے۔ کیا یہ ان حقائق کو جھٹلایا جا سکتا ہے اور پھر Special Audit ہوئی۔ یہ ساری کارروائی Act 51-A کے تحت کی گئی تھی............

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : یہ اس دن آپ نے کہا تھا تو وزیر صاحب نے جواب دیا تھا۔

<u>حافظ حسین احمد</u> : وزیر صاحب نے مجھے ایوان میں کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس لئے میں challange دیتا ہوں میرے پاس proof ہے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : آپ repeat نہ کریں جی۔

<u>حافظ حسین احمد</u> : میں repeat نہیں کر رہا جی میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ سب کچھ موجود ہے اس کے باوجود اگر یہ کہا جاتا ہے اس وقت بھی جو سبطین رجسٹرار ہے ان کے پاس یہ فائل موجود ہے۔ محترمہ ! ایک اصولی بات ہے اگر ہم اس فلور پر کوئی بات کہتے ہیں اور ہمیں جو معلومات حاصل ہیں اور کوئی بھی معزز رکن، اسے یہ حق حاصل ہے جو اپنا دفاع کرے لیکن وہ غیر پارلیمانی الفاظ استعمال کر کے یہ کہے کہ جناب یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تو مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اسے ثابت کروں۔ میں نہیں اس سینٹ کی Standing Committee for Agriculture کی ہے موجود ہے میں آپ سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ انہیں حکم دیں اس وقت رجسٹرار کے پاس جو فائل ہے اس کو منگوایا جائے اور اس ایوان میں پیش کیا جائے۔ اور سٹینڈنگ کمیٹی اس پر غور کرے کہ کیا

میں نے جو دعویٰ کیا تھا وہ حقیقت پر مبنی ہے یا نہیں۔ وہ حقیقت پر مبنی ہے بقول آپ کے۔ اگر وہ حقیقت پر مبنی ہے تو یقیناً۔ اور اگر ایسی بات ہے تو ایوان میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس میں سروش سلطان صاحبہ بھی رشتہ دار بنی تھیں دریشک صاحب کی اہلیہ جو اسلامی جمہوری اتحاد کے صوبائی وزیر ہیں۔ یہ تمام ریکارڈ موجود ہے۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں تو میں وہ فائل اور اس ریکارڈ کی کاپیاں بھی تمام ارکان میں تقسیم کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یقیناً میں نے کل جو بات کی تھی کہ جو سود خور ہے جس نے سود کھایا ہے جس کے رگ وپے میں سودی روپیہ گیا ہے۔ سودی خون گیا حرام خون گیا وہ برملا اس پارلیمنٹ اس قومی اسمبلی کا رکن ہو کر اور وفاقی وزیر ہو کر ضرور یہ جسارت کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ جناب سودی نظام کے بغیر اقتصادیات ناممکن ہے۔ سودی نظام کو ختم نہیں کرنا چاہیئے۔ محترمہ ! میری کافی چیزیں رہ گئی ہیں۔ لیکن میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آصف احمد علی صاحب قوم سے اور خدا سے اور اس فلور پر آکر معافی مانگیں کہ انہوں نے جو غلط بیانی کی ہے اور سود کے متعلق انہوں نے جو ایک مجرمانہ بیان دیا ہے وہ اس سے دستبردار ہوں۔ جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب۔ جناب ڈاکٹر ریحان صاحب ان اے پوائنٹ آف آرڈر۔ جی !

ڈاکٹر محمد ریحان : جناب ! چند دن پہلے ایک ہی قطار میں ہمارے جو رفقاء تھے۔ مجھے خوشی ہے ان کی ترقی ہوئی ہے اگلی نشستوں پر۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم پیچھے چلے گئے ہیں۔ ہم کسی کے ساتھ jealous نہیں ہیں۔ اور ان کی جو ترقی ہوئی ہے آپ کی وساطت سے ان کو میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اگرچہ ان کے پاس قلمدان وزارت تو نہیں ہے لیکن ان کرسیوں پر تشریف فرما ہیں جہاں پر وزراء صاحبان بیٹھا کرتے تھے اور ایسے ہمارے معاشرے میں بھی جہاں پیروں فقیروں کا گزر ہوا ہوتا ہے یا وہاں پر انہوں نے چلہ کیا ہوتا ہے تو ادھر بیٹھ کر تھوڑی دیر کے لئے کچھ روحانی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ تو میں اس سلسلے میں ان صاحبان کو مبارکباد دیتا ہوں لیکن میں یہ عرض بھی کرنا چاہتا ہوں کہ پیٹھ موڑ کر ہماری طرف کبھی کبھار دیکھا کریں اور ہمیں نہ بھولیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : چیئر کی طرف پیٹھ کرنا پارلیمانی آداب کے خلاف ہے۔ بس آپ تشریف رکھیں۔ پوائنٹ آف آرڈر پر آپ اتنا نہیں بول سکتے۔ تقریر نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر محمد ریحان : تقریر نہیں کرتا۔ تھوڑی سی عرض یہ ہے کہ اس سے ایک خوش آئند بات یہ بھی ظاہر ہوگی کہ اصولوں، طور طریقوں اور قواعد کے مطابق لوگ ایک دوسرے کے لئے کرسیاں خالی کرتے ہیں یہ بڑی اچھی بات ہے تو انشاء اللہ اب ملک میں نہ کوئی کرسی توڑی جائے گی نہ ملک توڑا جائے گا۔ مہربانی !

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب۔ جناب فصیح صاحب، پروفیسر خورشید صاحب نے درخواست کی ہے۔ آپ کی ان کے ساتھ بات ہوئی ہے یا نہیں ؟ کیا آپ انہیں اپنا ٹائم دینا چاہ رہے ہیں ؟

(مداخلت)

حاجی محمد ابراہیم : فصیح اقبال صاحب کے بعد لسٹ پر میرا نمبر ہے۔ اسے برقرار رہنا چاہیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی جی۔ آپ کو آپ کی باری مل جائے گی۔ وہ صبح درخواست کی گئی تھی تو اب وہ انہیں کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ ہی کا نام ہے۔ جناب فصیح اقبال صاحب۔ جی !

سید فصیح اقبال : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب صدر مملکت کی تقریر پر آج بحث ہو رہی ہے۔ اور میرا خیال ہے ایوان نے پہلے ہی سے اوقات کے بارے میں طے کیا ہوا تھا ورنہ جیسا کہ ہمارے وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ پانچ تاریخ کے بعد یہ روزانہ ہو گا۔ کیونکہ یہ ایک ایسی تقریر ہے جس میں حکومت کی پورے سال کی کارکردگی بھی ہے اور جو ان کی کمزوریاں اور کوتاہیاں ہوتی ہیں وہ بھی صدر صاحب نے نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان کی ہیں کیونکہ ہر ممبر کو یہ حق بھی ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ وہ پوری تفصیل سے ان چیزوں پر بات کرے اور اپنا موقف پیش کرے۔

میں 19 تاریخ کے اس مشترکہ اجلاس میں موجود تھا۔

سب سے پہلے تو میں اس جمہوری پارٹی کے سلسلے میں کہنا چاہتا ہوں۔ ان کا رویہ کسی بھی جمہوری پارٹی کے لئے مناسب نہیں تھا۔ اس طرح سے شور و غل کرنا میرے خیال

میں ایوان کے تقدس کو پامال کرنا ہے۔ 19 تاریخ کو جو کچھ ہوا۔ ایک ٹکٹ میں تین مزے نہیں ہو سکتے۔ مجھے پتہ ہے کہ اپوزیشن پارٹی کو پورا حق ہے اور پارلیمانی جمہوریت میں اپوزیشن کا بڑا رول بھی ہے اور یہ ایک ایسا سسٹم ہے جس سے کوئی جمہوری طور پر کوئی ملک جو پارلیمانی طرز پر چل رہا ہو وہ بغیر کسی اپوزیشن کے نہ پنپ سکتا ہے اور نہ جمہوریت پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ ان کا پورا حق بھی ہے اور حکومت وقت کو بھی ان چیزوں کا پاس رکھنا چاہیئے جو ایک جمہوری عمل کے لئے ضروری ہیں۔

ان کی جو چیئرپرسن صاحبہ ہیں۔ میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں۔ وہ ملک کی مقبول ترین لیڈر ہیں۔ ان کی پالیسی سے ہمیں اختلافات ہو سکتے ہیں لیکن بلاشبہ یہ ایک فیڈرل پارٹی ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا ایک طرف کہ جمہوری طور پر جب انہوں نے بائیکاٹ کا اعلان کیا تھا تو ایک طرف تو مظاہرہ کرایا انہوں نے پی ڈی اے کی طرف سے دوسری طرف ایوان میں ایک ایسی ہلڑبازی کی جو پاکستان کی تاریخ میں کم دیکھنے میں آئی ہے۔ یہ سابق مشرقی پاکستان ' ڈھاکہ میں تو ایسا ہوا تھا لیکن اس اسمبلی کے نتائج آپ نے دیکھے کہ کیا ہوئے۔ میں اسی دوران جب ہم بحث کر رہے تھے ہندوستان سے ایک خبر آئی کہ وہاں بھی صدر مملکت کے خطاب کے دوران ایسی کوئی ہلڑ بازی ہوئی تو وہاں سارجنٹ ایٹ آرم نے ممبروں کو نکال باہر پھینکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پارلیمانی روایت کے خلاف بات رہی ہے اور صدر کی تقریر کو سننا چاہیئے تھا۔ اگر انہیں کوئی اختلاف رائے رکھنا تھا۔ آج نیشنل اسمبلی میں Debate ہو رہی ہے۔ وہ اپنے موقف کا بھرپور اظہار کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس قسم کی حرکتوں سے میرے خیال میں پورے پارلیمینٹ کی توہین ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ Joint House تھا۔ ہمارا اس ایوان کا ایک حصہ ہے ' ہمارے ایوان کی بھی توہین ہوئی ہے۔ کیونکہ اس وقت ایسا اندازہ تھا کہ جیسے یہ کوئی مچھلی مارکیٹ بن گئی ہے۔ اس احتجاج کے بعد پھر پریس کانفرنس ہوئی پھر پی ڈی اے کا جلوس بھی آیا اور اس کے باوجود تین تین چیزیں اس دن رونما ہوئیں

میں سمجھتا ہوں اگر انہوں نے بائیکاٹ کرنا تھا تو اس کا ایک مہذب طریقہ ہونا چاہیئے۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ سپیکر نے اجازت نہیں دی تو اس پر وہ بائیکاٹ کر سکتے تھے لیکن اس طرح شور کرنا ہاتھ ہلانا اس طرح سے تھا کہ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا جیسا کہ صدر کی تقریر کے دوران ہوا۔ میں اس کی بھرپور

مذمت کرتا ہوں۔ میں کبھی کسی غیر جمہوری عمل، خواہ حکومتی بنچوں کی طرف سے ہو خواہ کسی بھی پارٹی کی طرف سے ہو اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ جس میں جمہوریت کے چلنے کے سلسلے میں اور اس کے عمل میں اس طرح خلل پیدا ہو۔

صدر کی تقریر کو اگر انہوں نے غور سے سنا ہوتا اس میں کچھ ایسی باتیں بھی صدر نے کہی ہیں جو میرے خیال میں اس حکومت کے بہت سے لوگوں کو پسند نہیں آئی ہوں گی۔ اس لئے کہ صدر نے نہایت حوصلے سے وہ باتیں کی ہیں جو ملک کے آئینی سربراہ کی حیثیت سے بھی اس نے چار ایوان سے Vote of Confidence لیا ہوا ہے۔ اس نے سینٹ اور قومی اسمبلی کے ممبروں سے ووٹ لیا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ پوری طرح سے حکومت کی کارکردگی کو جس طرح وہ محسوس کرے بیان کرے۔

صدر نے اس حکومت کی کچھ کوتاہیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ میں صدر کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اور وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ وہ ہمارے ایوان کے چیئرمین بھی رہے ہیں۔ اس ناطے سے بھی انہوں نے اس ایوان کی کارکردگی دیکھی ہے اور انہوں نے جو کچھ محسوس کیا وہ انہوں نے نہایت احسن طریقے سے کہا اور میں صدر کو ایک بار پھر اس تقریر پر مبارک باد دیتا ہوں۔ انہوں نے ہماری پارلیمانی زندگی میں جو کوتاہیاں ہیں اس حکومت کی وہ بھی بیان کیں اور جو نتائج اچھے ہوئے اس کے بارے میں بھی بتایا۔

انہوں نے سیاسی کلچر کے بارے میں جناب! بات کی کہ اس کی تاریخ طویل ہے۔ چونکہ پاکستان جس شخص نے بنایا۔ جس کی کوششوں سے یہ بنا۔ جس پارٹی نے یہ بنایا۔ اس کا آپ پورا Back Ground دیکھئے۔ وہ خالصتاً جمہوری تھا۔ وہ عوامی تائید سے تھا۔ اور اسے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے پاکستان میں قائداعظم کے اصولوں کو بالکل نظرانداز کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان مصیبتوں میں مبتلا ہے کہ ابھی تک ہم کسی جگہ ٹھہر نہیں پا رہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان اصولوں سے انحراف کیا ہے جو قائد نے بتائے تھے۔ جمہوریت میں تنقید کا سننا۔ تنقید اگر اچھی ہو اس پر عمل کرنا ہمارے قائداعظم نے یہی سبق دیا ہے۔ قائداعظم کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ کوئی پائے کا لیڈر نہیں تھا۔ سب dispute ہیں۔

قائداعظم نے اس ملک کی بنیاد عوام کی تائید سے جمہوریت پر رکھی۔ انہوں نے کوئی فیصلہ اپنا ذاتی خواہ کتنا ہی اچھا ہو ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔ اس میں ہمیشہ انہوں نے عوام سے تائید لی اور اس وقت کے مسلم لیگ کے لوگ ابھی ہمارے ایوان میں موجود ہیں وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ انہوں نے Partition Plan میں بھی ہمیشہ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی سے رجوع کیا اور آج اس لارڈ ماونٹ بیٹن کے سیکرٹری کے بیان کے بعد ' ریڈ کلف کے سیکرٹری کے بیان کے بعد ہمارا سر اونچا ہو گیا کہ دوسری پارٹیاں کانگریس کی ایجنٹ نکلیں لیکن مسلم لیگ نے ہمیشہ انگریزوں کے خلاف کیا اور جدوجہد آزادی میں جہاں کانگریس کا رول ہے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جو بھی کیا وہ آج ریڈ کلف ایوارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے دو تحصیلیں جو پاکستان کو مل رہی تھیں راتوں رات جواہر لال نہرو کے دباؤ کے تحت ماونٹ بیٹن نے ریڈ کلف پر دباؤ ڈالا اور وہ دو تحصیلیں ہندوستان میں شامل کر دیں جس سے تقسیم ہند میں آپ نے دیکھا کہ اتنا بڑا قتل عام ہوا کہ لاکھوں لوگوں کی جانیں گئیں کتنے لوگ شہید ہوئے اس لئے کہ وہ دونوں تحصیلیں جو پاکستان کو مل رہی تھیں وہ ہندوستان کو مل گئیں۔

آج تاریخ سے پتہ چلا کہ مسلم لیگ اور قائداعظم دونوں نے ہمیشہ کھل کر انگریزوں کی مخالفت کی اور یہ کانگریس ہی کی سازش تھی جو بالکل ثابت ہو چکی ہے کہ کانگریس نے انگریزوں کے ساتھ ساز باز کی تھی جو نیشنلسٹ مسلمان تھے انہوں نے صحیح سوچا یا غلط سوچا۔ انہوں نے ہمیشہ آزادی کے لئے لڑائی کی اور ان کا میں بڑا احترام کرتا ہوں۔ ان میں مولانا ابوالکلام آزاد ہیں ،حسین احمد مدنی ہیں لیکن پاکستان کے قیام کے بعد اس ملک میں کوئی اس قسم کی چیز نہیں ہونی چاہئے تھی کیوں کہ اس کی بنیاد جمہوریت پر تھی جسے عوام کی تائید حاصل تھی۔ ہوا یہ کہ اس کے بعد ہماری بیوروکریسی نے جب ہماری لیڈرشپ میں بحران آیا تو آپ نے دیکھا کہ پاکستان میں ایک اپاہج شخص کو گورنر جنرل بنا دیا جس کو ہم مستقلاً دو سال علالت کے باوجود بھی ہم نے گورنر جنرل مانے رکھا اور یہ میرا خیال ہے پاکستان میں جمہوریت کے خلاف ایک بڑی سازش تھی کہ وہ شخص بستر علالت پر پڑا رہا لیکن اس کے بارے میں کبھی کسی نے یہ نہیں سوچا کہ یہ سب سے بڑا جمہوریت کا دشمن ہے جس نے پاکستان میں جمہوریت کی روح ختم کی پھر ہمارے ہاں اقتدار کا جو جھگڑا ہوا اس کے بعد بیورو

کریسی اور ہماری آرمی کو جو بہر حال ہمارے لئے قابل احترام ہے اور وہ عوام کا ایک حصہ ہیں یہ سوچنا چاہیئے کہ عوام کی تائید کے بغیر کوئی چیز وہ نہ کرتے انہوں نے دیکھا کہ سیاستدانوں میں اب چپقلش ہے بلکہ چپقلش کرائی گئی اور اس کے بعد پاکستان کو جمہوریت پر چلنے کا کبھی موقع نہیں دیا گیا بلکہ ایسی کوششیں کی گئیں کہ جب بھی الیکشن کا موقع آیا الیکشن نہ ہونے دیا۔ مرحوم سکندر مرزا نے یہی کیا 1956ء میں آئین بن گیا تھا الیکشن ہونے والے تھے.................

(مداخلت)

سید فصیح اقبال: جناب یحییٰ بختیار صاحب ! آپ Disturb نہ کریں۔ آپ بھی پہلے دستے کے آدمی ہیں۔ آپ کا بھی رول آئے گا آپ نے کیا کیا۔ جناب چیئرمین صاحب ! اس سلسلے میں پاکستان میں بیورو کریسی نے مل کر سازش کی۔ جب مارشل لاء کا ایک مسئلہ آیا اور بدقسمتی سے اس کے لئے بھی انہوں نے بلوچستان کو منتخب کیا۔ ہمارے خان آف قلات نے آپ کو پتہ ہے کہ پاکستان کے قیام میں کام کیا۔ بلوچستان کے عوام کا بہت بڑا حصہ ہے British بلوچستان صوبہ ایک تھا جس میں referendum ہوا' ریفرنڈم شاہی جرگے کے through ہوا۔ ابھی تک لوگوں کو تاریخ کا علم نہیں ہے کہ سرحد کا ریفرنڈم عوامی تھا لیکن بلوچستان کا ریفرنڈم شاہی جرگے پر مشتمل تھا جو بلوچستان کی ایک طرح کی آئینی اسمبلی تھی اور جس کے لئے قائداعظم نے بلوچستان کو آئینی صوبہ کا درجہ دینے کے لئے ایک عرضداشت پیش کی اور ہمیشہ کوشش کی اور اس کے ایک گواہ ہمارے یحییٰ بختیار صاحب موجود ہیں۔ ان کا قائداعظم سے بڑا قرب تھا اس لئے کہ بلوچستان کے مسائل پر قائداعظم نے ہمیشہ Indian Parliament میں بلوچستان کا سوال اٹھایا۔ بدقسمتی سے جو ریاستیں تھیں انہوں نے جب پاکستان میں شمولیت کی۔ قائداعظم کے اصرار کے باوجود قائداعظم کے کہنے کے باوجود ہماری بیورو کریسی نے قائداعظم اور خان آف قلات کے خلاف کافی اختلافات پیدا کئے۔ جب خان آف قلات نے پاکستان کو شامل کیا تو آپ کو پتہ ہے کہ آج بلوچستان کے علاقہ میں 9 سو کلومیٹر سمندر ہے اس ریاست کا میں ذکر کر رہا ہوں جس کی Position ہندوستان میں ساتویں نمبر پر تھی اور سیاسی حیثیت میں اس کی نمبر 1 Position تھی کیونکہ یہ وہ ریاست تھی جس کے تعلقات ایران اور افغانستان سے

باقاعدہ معاہدات کے تحت تھے تو جب Stand still Agreement ہوا میں صرف اس لئے بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے کچھ بلوچستان کے لوگوں نے پہلے باتیں کی ہیں اس سے بہت سی چیزیں صاف نہیں ہوئیں۔ 4 '5 ریاستیں تھیں ریاست قلات جس کی suzerainty باقی ریاستوں نے مانی تھی خاران ' لس بیلا اور مکران کی ریاست بنائی گئی اس لئے کہ قلات کو کمزور کیا جائے لیکن آپ نے دیکھا کہ کیا ہوا کہ جب پاکستان میں ان ریاستوں نے غیر مشروط طور پر شمولیت کی تو اس وقت سے پولیس ایکشن شروع ہوا اور بلوچستان کے ساتھ نا انصافیوں کا دور شروع ہوا۔

آپ کے علم میں ہے آپ بھی خوش قسمتی سے بلوچستان سے تعلق رکھتی ہیں کہ قلات ڈویژن کو جو سپیشل status ملتا تھا اس میں کمشنر جیسے افسروں نے ہمارے خان کو ' حکمران کو اپنے دفتروں میں اس طرح بلایا جس طرح سے کوئی آدمی سائل کو بلاتا ہے جو لوگ بلاشرکت غیر مالک تھے ہندوستان میں اگر پٹیل نے کوئی کام کیا تھا تو اس نے ان کے ساتھ معاہدے کئے تھے اور ان معاہدوں پر عمل کیا تھا لیکن پاکستان میں ایسا نہیں ہوا بلکہ یہ ہوا کہ ان کی وہ تمام چیزیں حاصل کر لی گئیں اور لوٹ مار کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔

آپ کو پتہ ہے کہ لیاقت نہرو پیکٹ میں جب یہ فیصلہ ہوا تھا دو آبادیوں کا تو ریاستوں کا مسئلہ آیا تو نہرو نے انکار کر دیا اس نے کہا کہ دیکھئے کہ ہمارے ہاں تو پٹیل نے ایک ہی قلم سے ساری ریاستیں ختم کیں تو جب لیاقت علی نے جونا گڑھ کا سوال اٹھایا' حیدر آباد کا سوال اٹھایا تو اس کو اس نے کہا کہ یہ تو معاملہ اقوام متحدہ میں گیا ہے۔ یہ فیصلہ اب اقوام متحدہ میں ہو گا اور میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اس کے باوجود بھی آج تک حکومت نے جونا گڑھ ریاست کا مسئلہ اور حیدر آباد کا مسئلہ اور مناودر کا مسئلہ وہاں نہیں اٹھایا۔ ابھی یو این ریزولیوشن موجود ہے کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ تو یہ ہماری حکومت کے ان لوگوں کا کام ہے جب 1955ء میں بلوچستان States Union کا قیام عمل میں آیا تو ون یونٹ کی ایک سازش کی گئی اس لئے کہ بنگال کے لوگ اکثریت میں تھے اگر مشرقی پاکستان کے لوگ اکثریت میں تھے ان کا تو قصور نہیں تھا انہوں نے پاکستان میں ہراول دستے کا کام کیا۔ ان کے ساتھ ہمارا سلوک جائز نہیں تھا اور وہ بھی Bureau Cracy کے through کیوں؟ ان لوگوں کے اندر آج بھی میں نے دیکھا ہے کہ وہ سب چیزیں ختم ہو گئی ہیں۔ میں کئی مرتبہ بنگلہ دیش گیا

ہوں وہاں کے لوگ اسی طرح محبت سے پاکستان کو یاد کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے تمام قائدین کو گالیاں دیتے ہیں جنہوں نے اس قسم کے مسائل پیدا کئے اور یہی وجہ ہے کہ ابھی تک ہندوستان کے تعلقات بنگلہ دیش کے ساتھ ویسے نہیں جسے پاکستان کے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔

میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کے ساتھ پولیس ایکشن کے ساتھ آرمی ایکشن بھی ہوا۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی ؟ بلوچستان کے لوگوں نے کیا مانگا تھا ؟ بلوچستان والوں نے غیر مشروط طور پر پاکستان میں شمولیت کی۔ انہوں نے Services میں اپنی معدنیات میں اپنی Royalty میں کسی چیز کا کوئی حصہ نہیں مانگا۔ صرف یہ کہا کہ آپ ہمیں عزت دیں ہمیں برابری کا درجہ دیں اور یہ گارنٹی قائداعظم نے ان کو لکھ کر دی تھی۔

افسوس کا مقام ہے کہ جب ون یونٹ بنا تو بلوچستان کو دو حصوں میں ایک ڈویژن کے طور پر treat کیا گیا۔ کوئٹہ ڈویژن اور قلات ڈویژن۔ اس وقت بھی وہاں کے لوگوں نے اس چیز کو کہا کہ اگر آپ یہ تجربہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی بہتری کے لئے ہے تو کریں اس کے بعد اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مکران کے آدمی کا کوئی مسئلہ ہوتا تو وہ لاہور جاتا تھا۔ اگر ژوب کا کوئی مسئلہ ہوتا تو وہ لاہور جاتا تھا ساری پوزیشن centralize ہو گئی اور اس طرح سے انہوں نے بلوچستان کے حقوق کی پامالی کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنے چھوٹے یونٹ تھے سب ناراض تھے لیکن بلوچستان کو تو صوبہ کا درجہ کبھی ملا ہی نہیں تھا۔ جب 1969ء میں ون یونٹ ٹوٹا جو اس وقت کی سیاسی مصلحت تھی اس کے بعد بلوچستان کو ایک صوبے کا نام دیا بغیر کسی Guarantee کے بغیر کسی Public Mandate کے۔ یہ جو اس وقت کی حکومت تھی ان کی ضرورت تھی یہ صوبہ بنانا جنرل یحییٰ کی اپنی ضرورت تھی یہ صوبہ وہاں کے عوام کے مطالبے پر نہیں بنا تھا اور یہ ریکارڈ میں رہے کہ جب قائداعظم نے 1916ء میں صوبے کے لئے بات کی تھی اس سے لے کر 1947ء تک کتنا عرصہ تھا۔ اس عرصے میں بلوچستان کے نمائندے دہلی جاتے رہے۔ مسلم لیگ کی طرف سے بھی اور کانگریس کی طرف سے یہ صوبائی پوزیشن بلوچستان کو نہیں ملی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آج تھوڑی بہت تکالیف services میں ہمیں درپیش ہیں۔

[*At this stage the Chair was occupied by the Presiding Officer (Dr. Basharat Elahi)*].

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جی فصیح صاحب !

سید فصیح اقبال : جناب میں عرض کر رہا تھا کہ اگر ہمارے حاکموں کو ان چیزوں کا علم نہیں ہے تو وہ کیسے مسائل حل کریں گے۔ آج جو کچھ بلوچستان میں ہو رہا ہے اس کا ایک طرف تو وفاقی حکومت پر الزام لگتا ہے اور دوسری طرف صوبائی حکومت پر لگتا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ وہاں اس وقت منتخب اسمبلی ہے ان ممبروں کو پورا حق ہے کہ اپنی اسمبلی میں ایسے مسائل اٹھائیں۔ اگر کوئی بھی آئینی مسئلہ ہو اس کے لئے وفاق میں بھی اسمبلی ہے سینٹ ہے اور وہ کچھ کر سکتے ہیں۔ بلوچستان میں امن و امان کا مسئلہ اس لئے نہیں اچھا کہ وہاں پر انتظامیہ اچھی ہے بلکہ اس لئے کہ وہاں کا نظام ایک قبائلی رواج کے تحت رہا ہے وہاں Social Contract ہے وہاں ایک دوسرے کا احترام کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلوچستان پاکستان میں سب سے پر امن صوبہ ہے لیکن آپ دیکھئے کہ وفاقی حکومت نے 1947ء سے لیکر اب تک انڈسٹری کی طرف وہاں کوئی توجہ نہیں دی۔

میں اب وفاق کے مسائل لے رہا ہوں کیونکہ صدر صاحب نے کہا کہ وفاق میں بہت کچھ ہوا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آج پاکستان کو بنے 44 سال گزر گئے ہیں۔ بلوچستان میں ایک بندر گاہ بھی اب تک نہیں بن سکی۔

میں حکومت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کسی بھی حکومت نے، یہاں پیپلز پارٹی کی بھی حکومت رہی ہے، مسلم لیگ کی حکومت بھی رہی ہے، طویل عرصے تک فوجی مارشل لاء بھی رہا ہے، بلوچستان کے ساحل پر ایک بندر گاہ تک نہیں بنائی۔ ۔ جب 73ء میں بندر گاہ بننے کی ایک رپورٹ آئی تو ہمارے اس وقت کے وزیر مواصلات ممتاز علی بھٹو صاحب نے سیاسی مصلحت کے پیش نظر اس کے لئے قاسم پورٹ کی جگہ پسند کی۔ اچھا ہے کہ پاکستان میں دو parts ہوں کراچی میں بڑا congestion تھا لیکن آپ دیکھیں کہ دفاعی طور پر سومیانی کی بندر گاہ بنانے کے بارے میں رپورٹ آئی تھی جو انہوں نے نہیں بننے دی۔ آج حکومت نے گوادر پر بندر گاہ بنانے کا اعلان کیا ہے۔ آپ دیکھئے کہ 44 سال کے بعد یہ ہوا ہے اور اب جب کہ سنٹرل ایشیاء کی مسلم States الگ ہوئی ہیں تو اب ہمیں مشکل پیش آ رہی ہے کہ ہمارے صوبے میں سڑکیں نہیں۔ ہمارے صوبے میں پورٹ نہیں۔

جہاں تک سروسز کا معاملہ ہے۔ جناب چیئرمین ! اس وقت پورے ملک میں کوئی 45/46 فیڈرل سیکرٹریز ہیں کوئی سو کے قریب ایڈیشنل سیکرٹریز ہیں۔ 87 کارپوریشنز ہیں بلوچستان کا ایک فیڈرل سیکرٹری ہے دوسرا سیکرٹری آیا تو اس کو بھی کسی افواہ کے اوپر ہٹا دیا اور ابھی چھٹی پر بٹھایا ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ کسی بھی حکومت نے بلوچستان کے مسائل پر توجہ نہیں دی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سینٹ کا ہاؤس اسی لئے بنا ہے کہ یہاں صوبوں کی مساوی نمائندگی ہو اور یہ فیڈریشن کو یکجا رکھنے میں سب سے بڑا رول ادا کر سکتا ہے۔ میرا یہ حق ہے کہ میں عوام کے مسائل یہاں پیش کروں جس سے وہ دوچار ہیں۔ آج بلوچستان سے کوئی جائنٹ سیکرٹری/ سیکرٹری نہیں ہے۔ آپ تصور کریں کہ فیڈرل سروسز میں 60/40 کا تصور ہے۔ بلوچستان کو 3ء5 کا حصہ جو پچھلی مردم شماری میں ملا وہ بھی ہمیں سپریئر سروسز میں مکمل طور پر نہیں ملا جہاں تک سفیروں کا مسئلہ ہے آج بلوچستان سے نان کیریئر صرف ایک لیا گیا ہے۔

میں حکومت پاکستان سے پوچھنا چاہتا ہوں ایک صوبے کے عوام نے پاکستان کے لئے ہر طرح سے قربانیاں دیں پاکستان میں شمولیت کی اور آج بھی وہ سب سے زیادہ محبّ وطن ہیں۔ وہاں کوشش کی گئی کہ طبقات کو لڑایا جائے۔ کبھی حکومت نے نوٹس تک نہیں لیا وہاں یہ فساد ہوا حکومت کی طرف سے کوئی وفاقی وزیر نہیں گیا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وفاقی حکومت کے کسی وزیر یا وزیراعظم صاحب نے اس طرف توجہ تک نہیں دی۔ وہاں کے مسائل کو آپ حل کرائیں وہاں کے چیف منسٹر اور گورنر کو بلا کر پارلیمنٹ کے سینٹ اور نیشنل اسمبلی کے جو ممبرز ہیں مل کر کوئی حل تجویز کریں۔ میں اس پالیسی کی ضرور مذمت کروں گا جس میں بلوچستان کے ساتھ زیادتی ہو۔

آج معاملہ Motor Way کا آیا ہے۔ اس میں اگر کوئی سیکنڈل ہے تو جن کے پاس کوئی ثبوت ہے وہ ثبوت لائیں عدالت میں لے جائیں میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔ پاکستان میں سڑکیں بننا بڑی ضروری چیز ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ہمارا بلوچستان کا اس میں کتنا حصہ ہے۔ پاکستان میں 42 فیصد بلوچستان ہے۔ آپ بتایئے سڑکوں کی سب سے زیادہ ضرورت بلوچستان میں ہے وہاں برطانیہ نے 1895ء میں ریلوے لائن ڈالی وہ بھی اپنی دفاعی ضرورت کے تحت زار روس کو روکنے کے لئے ایک Defence Line بنائی۔ آج وہی

لائن ہے مزید ایک کلو میٹر کی نئی لائن نہیں بن سکی جبکہ بلوچستان میں ایسے علاقے ہیں سندھ سے ہمارا رابطہ ہے پنجاب سے ہے کشمو ر ایک ایسا مقام ہے جہاں تینوں صوبے ملتے ہیں۔ اس ریلوے لائن کو آپ مکران اور قلات تک لے جاتے لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ژوب کی جو پرانی لائن تھی narrow gauge اسکو بھی ختم کر دیا گیا اسے بڑی گیج میں تبدیل نہیں کیا گیا۔ پاکستان میں بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں narrow gauge تھی لیکن اسے بڑی گیج کی لائن میں تبدیل کر دیا گیا کیونکہ آج کل کے حالات کے تحت Meter gauge اور narrow gauge کا تصور نہیں ہے۔ یہ Tourists ریلوے ہو تو وہ ہو سکتی ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ وفاق میں جب یہ صوبہ شامل ہوا ہے۔ 73ء کا آئین بنانے والوں کو میں مبارکباد دیتا ہوں انہوں نے محسوس کیا کہ سینٹ کے بغیر یہ صوبے اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اس لئے کہ نیشنل اسمبلی میں ہمارے آدمی تین ہوتے تھے تو تین کی آواز اکثریت میں کیا تھی ؟ آج بھی آپ کہتے ہیں کہ جمہوریت میں اکثریت نے یہ فیصلہ کیا۔ آپ دیکھئے کہ اس اکائی کو کون جواب دے۔ 62ء میں جب وہاں آرمی ایکشن ہوا تو ہمارے ممبروں کے ساتھ پھر پنجاب کے ممبرز نے جن میں چوہدری ظہور الٰہی صاحب شامل تھے ہمارے کیس کو لڑا کیونکہ دو تین آدمی ہمارے ممبر تھے ہماری بات سنی نہیں جاتی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ 73ء کے آئین میں سارے صوبے اکٹھے ہوئے کیونکہ East Pakistan کا جو واقعہ ہوا تھا یہ بڑا المیہ ہے اور ہماری حکومت نے جو کمیشن بنایا اس کا Reference بھی ایسا نہیں تھا اس کو بھی شائع ہونے نہیں دیا۔ گو یہ بڑا افسوس ناک ہے کہ تاریخ کو ہم خود مسخ کر رہے ہیں ایک دور آئے گا جب قوم پوچھے گی۔ اس لئے پچھلے واقعات کو لوگوں کو صحیح بتائیں۔ لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ تحریک پاکستان میں قائداعظم کے قریبی ساتھی تھے ان کا یہ رول تھا۔ اب سچ بولنا ضروری ہے۔ اس ملک میں کوئی کمیشن بنایا جائے۔ آپ کو پتہ ہے کہ برطانیہ جو دنیا میں سب سے بڑی Mother Democracy ہے ان کا بھی یہ قاعدہ ہے کہ 30 سال کے بعد وہ تمام سرکاری دستاویزات چاہے کتنی ہی حساس ہوں ان کی Defence Reports ہوں ان کی Intelligence Reports ہوں وہ پبلک کے لئے کیوں رکھ دی جاتی ہیں اس لئے کہ اس قوم کو پتہ چلے جن لوگوں نے برطانیہ کے لئے یا اپنے ملک کے لئے کام کیا ان کی کیا رپورٹیں ہیں ان کی اس وقت کیا سوچ سمجھ تھی

تاکہ آئندہ آنے والے اس سے سبق سیکھیں۔ افسوس یہ ہے کہ 42 سال ہو گئے ہیں آج تک پاکستان میں یہ پتہ نہیں چلا غلام محمد نے کیا کیا ؟ اس وقت خواجہ ناظم الدین کی وزارت کیسے Dismiss ہوئی ؟ یہ اخباروں اور لوگوں کی یادداشتوں سے کام ہوتا ہے اور اس میں بھی میں بتاؤں کہ کچھ لوگ تو ہمارے ایسے شریف ہیں جانتے ہیں مگر وہ نہیں بولتے۔ نہ بولنا بھی ایک گناہ ہے۔ چونکہ وہ نہیں بولتے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بالکل صحیح ہے۔

اس وقت پاکستان کے قیام کے سلسلے میں کتنی کتابیں آئی ہیں۔ آپ کے بہت سے لیڈر جن کا میں نام بھی نہیں لینا چاہتا ان کا تعلق بھی نہیں تھا لیکن انہوں نے اپنے آپ کو ثابت کیا کہ سب سے زیادہ انہوں نے رول ادا کیا۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ پاکستان میں جو ریشہ دوانیاں ہوئی ہیں Power game کے لئے جو کچھ ہوا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ آج پاکستان اس مصیبت میں مبتلا ہے۔

311ء نے ہمیں سب کچھ دیا ہے۔ ہر ملک کے لوگ یہی کہتے ہیں کہ ہمارے عوام اچھے ہیں لیکن پاکستان میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ جب بھی ابتلاء کا دور آیا ہے عوام نے ہمیشہ حکومت کا ساتھ دیا ہے کوئی بھی حکومت ہو' حکومت وقت کا فرض ہوتا ہے کہ اپنے لوگوں کا تحفظ کرے۔ لاء اینڈ آرڈر بہتر بنائے' اپنے Mandate کو پورا کرے۔ آج تک کسی قومی اسمبلی نے اپنا وقت پورا نہیں کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ 73ء کے آئین کے بعد سینٹ ایک ایسا ادارہ ہے کہ مارشل لاء میں ایک وقت یہ منقطع ہوا وہ بھی میرا خیال ہے کہ مارشل لاء والوں کو وہ غلطی بھی محسوس ہوئی۔ سینٹ ایسا ادارہ نہیں ہے جس کو آپ dissolve کر سکیں ورنہ پھر پاکستان میں کوئی حکومت نہ رہتی پھر صوبے جڑے نہیں رہ سکتے۔ آپ لوگوں کو کس طرح سے اکٹھے کر سکتے ہیں۔ پھر واحدانی طرز کی حکومت ہو جاتی ہے۔ اس میں Civil Dictator ہو یا آرمی ڈکٹیٹر بلکہ میں ان ڈکٹیٹروں کو زیادہ ناپسند کرتا ہوں جو عوامی Mandate لیکر اپنے کو ڈکٹیٹر ثابت کرتے ہیں کیونکہ وہ اس نظام پر یقین نہیں رکھتے جس پر وہ Elect ہو کر آئے ہیں ان کو مختلف بیساکھیوں سے لایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے ورنہ پاکستان میں لیڈر شپ کی کمی نہیں ہے یہاں لوگ بہت اچھے ہیں دیانتدار ہیں۔

پاکستان میں طویل عرصہ مارشل لاء رہا۔ پاکستان میں بسنے والے لوگ یا جتنی قومیں ہیں آپ دیکھیں ہمارے صوبے میں قبائلی قومیں ہیں ہم مری کو بھی قوم کہتے ہیں بگٹی کو

بھی قوم کہتے ہیں۔ تو یہ مختلف نظریات ہیں۔ آپ نے اپنے ملک میں دیکھا کہ کیا تھا وہی ایک ڈکٹیٹرانہ انداز........... اس کے بعد جو بھی Power میں آیا' اس نے یہی سوچا کہ طاقت کو اپنی شخصیت میں مرکوز کرو اور جتنی بھی آئینی چیزیں ہیں وہ اس کے لئے نہیں ہیں۔ پاکستان آج جس بحران سے گزر رہا ہے.......... بدقسمتی سے اس System پر ان لوگوں کو یقین نہیں ہے جو Power میں ہیں۔ اگر آج وہ یقین کریں تو یہ کیا مسئلہ ہے۔ آج آپ ہاؤس کو important بنائیں' آپ کے آئین میں ہے کہ پارلیمنٹ sovereign ہے۔ پارلیمنٹ کے بغیر کوئی قومی فیصلہ نہیں ہونا چاہئے۔ چاہئے یہ فیصلہ خارجہ پالیسی سے متعلق ہو' امن وامان کے متعلق ہو' آپ یہاں debates کروائیں' آپ consensus لیں' اس لئے کہ جو بھی آپ کے منتخب نمائندے ہیں وہ تو یہاں ہیں اور آپ ان کو کوئی نہ کوئی رول دیں۔ انگریزوں نے یہاں اسمبلیاں بنائیں۔ میں fuedals کی بڑی عزت کرتا ہوں' ان میں بڑے بڑے ذہین لوگ بھی ہیں بلکہ یہی بڑے بڑے fuedals پاکستان میں کیمونسٹ بنے۔ جتنی بھی کیمونسٹ اور leftist تحریکیں چلائی گئی ہیں' ان میں سب بڑے لوگ تھے' ان میں کوئی چھوٹا آدمی تو نہیں تھا۔ چھوٹے آدمی کی تو آواز ہی نہیں ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ وہ 70 سالہ کیمونزم کا نظام ناکام ہو چکا ہے۔ وہ نظام بھی میں دیکھ کر آیا کہ بڑی بری طرح ناکام ہوا ہے' وہ اپنی طبعی موت مرا ہے' اس کو امریکہ نے نہیں مارا ہے' اس کو کسی نے نہیں مارا ہے۔ آج وہ ریاستیں جن کے پاس 1800 ایٹم بم ہیں' ہزاروں میزائلز ہیں' ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ موجود نہیں ہے۔ یہ سارا نظام کیسے automatically collapse ہو گیا۔ جب آپ لوگوں کی آواز دبائیں گے' جب آپ غیر فطری حکومت سامنے لائیں گے تو یہی ہو گا۔ میں نے ماسکو میں بھی دیکھا ہے کہ جو polit bureau کے بنگلے تھے ان کو خاص ایک دکان سے تمام مغربی اشیاء مل جاتی تھیں اس لئے کہ وہ polit bureau سے تعلق رکھتے تھے۔ بالکل ایسے ہی تھا کہ وہ ایک semi-dictators تھے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنے لئے کیا اور آج آپ نے دیکھا کہ اس کے باوجود کہ روس میں انحطاط ہے کہ اس وقت کھانے کی چیزوں کے لئے بوڑھی عورتیں' بچے دودھ کے لئے بلک رہے ہیں۔ صورت یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے گھروں کا سامان بیچ رہے ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ کسی قوم کی اتنی زبوں حالی بغیر جنگ کے

پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ یہ سب بغیر جنگ کے ہو گیا ہے۔ آپ کے سامنے یہ خود بخود ٹوٹ گیا ہے۔ یہ سب اس لئے کہ مرکز میں 'اور ریاستوں میں ڈکٹیٹرانہ انداز میں عوام کے حقوق کے خلاف فیصلے کئے گئے۔ اب صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ یہ ترقی بھی کیسے ہے کہ جب آپ نے تمام چیزیں ڈیفنس میں دیں تو لوگوں کو بھی کچھ دیں۔ میں کہتا ہوں کہ آخر لوگوں کو Defence کے علاوہ بھی کچھ دیجئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے Super Power کا درجہ حاصل کیا لیکن آپ نے دیکھا ان کی امریکہ نے اتنی تضحیک کی ہے کہ آج جتنے بھی leftist countries وہ امریکہ کے گن گا رہے ہیں' یہ وہ اس لئے کر رہے ہیں تاکہ ان کو روزمرہ کی اشیاء ملیں۔ یعنی وہاں روزمرہ کی اشیاء ہی نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارا ملک بہت اچھا ہے۔

ہم اگر ہزار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں تو پھر بھی کم ہے' ہم تو ناشکری کرتے ہیں ان سے ہمارا ملک ہزار بار اچھا ہے۔ صرف ہمارے ہاں ایک سسٹم خراب ہے اور یہ سسٹم جو ہے یہ حکومت کا ہے۔ اب تک اچھی حکومت کا ہم کوئی تجربہ نہیں کر سکے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ جب ایک ملک کی بنیاد ہی جمہوریت ہے تو آپ پھر اس کو کسی اور تجربہ سے کیوں گزار رہے ہیں۔ لوگوں کو آپ نے ان بیالیس' چالیس سالوں میں اچھے تجربے دیئے ہیں کہ آج یہ ہو گا اور آج وہ ہو گا۔ آخر میں یہی فیصلہ ہوا کہ بھائی واپس چلو ایک اور Election کراؤ۔ جو لوگ کہتے ہیں وہی فیصلہ کرو۔ اب خوش قسمتی سے ہمارے ہاں ایک جمہوری حکومت قائم ہے۔ پہلے بھی تھی پہلے بھی ایک حکومت تھی جو کہ 19 ماہ رہی ہے۔ میں اس کے متعلق وقت نہیں لینا چاہتا کہ یہ کیسی رہی لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ زاغوں کے تصرف میں تھے عقابوں کے نشیمن 19 مہینے یہ کام چلتا رہا۔ اوپر نیچے کام ہوا۔ پرائم منسٹر ہاؤس میں Finance کا آدمی بھی بیٹھا ہوا ہے۔ اس طرح دو حکومتیں بن گئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کی حکومت کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیئے کہ اپنی حکومت ایک ہی رکھنی چاہیئے اور وہ وفاقی حکومت ہونی چاہیئے۔ دوسری حکومتیں جو ہیں وہ صوبائی حکومتیں ہیں۔ پرائم منسٹر جو ہے وہ قوم کا منتخب نمائندہ ہوتا ہے اور وہ Leader of the House ہوتا ہے۔ اس کی کوئی حکمی حکومت نہیں ہوتی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے بیوروکریٹس ابھی تک یہی کہتے چلے آ

رہے ہیں کہ نہیں صاحب ! پچھلی حکومت نے تو یہ کیا تھا' یہ دیکھئے ! پرائم منسٹر ہاؤس میں مالی معاملات بھی ڈیل ہوتے تھے۔ اور دفتر خارجہ بھی ڈیل ہوتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ ایسے ہو گا تو پارلیمنٹ میں کیا ڈیل ہو گا۔ آخر پارلیمنٹ میں کچھ تو ڈیل ہو۔ یعنی یہ بات ایسی ہے کہ آپ دو متوازی حکومتیں کیسے چلا سکتے ہیں۔

میں صدر کا بڑا احترام کرتا ہوں کہ ان کا کردار ایک symbolic constitutional role ہے یہ لوگ Eighth Amendment کی بات کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ checks & balances نہ ہوں تو اس ملک میں بڑا ڈکٹیٹر الیکشن کے ذریعہ سے آئے گا اور یہ اس ملک میں ہوا کہ ایک ڈکٹیٹر نے جو کچھ چاہا کیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں یہ ساری چیزیں آئیں۔ اگر وزیر اعظم ہاؤس میں یا صدر ہاؤس میں متوازی حکومتیں بن جائیں تو یہ باقی چیزیں ہیں پارلیمنٹ ہاؤس اور سیکرٹریٹ' یہ بھی تو وزیر اعظم کے ہی ہیں کیونکہ وزیر اعظم ان کا Chief Executive ہے۔ اگر کوئی فیڈرل سیکرٹری یہاں موجود ہے تو وہ اس لئے ہے کہ ہماری باتیں حکومت کو پیش کرے۔ کیونکہ حکومت وفاقی ہے نہ کہ ایک نئی حکومت وزیر اعظم ہاؤس میں ہو' یہی وجہ ہے کہ بدعت پچھلی حکومت نے قائم کی تھی اس نے پرائم منسٹر ہاؤس میں بلوچستان Affairs 'سندھ Affairs ' فرنٹیئر Affairs کے شعبے قائم کئے۔ بھائی ! آپ کیوں اپنے پرائم منسٹر ہاؤس میں ملک کو چار حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ آپ تو دس گیارہ کروڑ عوام کے لئے آئے ہیں۔ آپ یہ ڈسک فارن آفس میں بنائیں جو لوگ ممالک کو ڈیل کرتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ فیڈرل سیکرٹری جو ہے وہ اپنے ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ تو کرتا ہی نہیں ہے۔ اس کو یہی نہیں پتہ ہے کہ بلوچستان میں کتنے اضلاع ہیں۔ بلکہ صورت حال یہ ہے کہ بلوچستان میں' کوئٹہ میں جو لوگ تعینات ہیں وہ بھی یہ نہیں جانتے کہ خاران کہاں ہے ؟ آپ کو یہ کیا بتائیں گے کہ بلوچستان کی کیا صورتحال ہے۔ آپ نے ایک آدمی کو بلوچستان Affairs کے متعلق رکھ لیا اور آپ نے یہ سمجھ لیا کہ بھائی بلوچستان کا سارا کام تو ہو گیا۔ اب ان امور کو ایک آدمی کی صوابدید پر چھوڑنا جو ہے یہ کوئی سسٹم نہیں ہے۔ پچھلی حکومتوں میں یہ کام چونکہ 1973ء سے شروع ہوا اور اسے آج تک بڑھایا گیا۔ بھائی ! یہ اچھا تجربہ ہے۔ جناب ! اس سے تو کم سے کم لوگ Control ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایسے سسٹم کو کسی طور پر بھی

نہیں مانیں گے جو پارلیمنٹ کی بالادستی کو مجروح کرے۔ جو بھی قومی فیصلے ہوں وہ پارلیمنٹ میں ہونے چاہیں۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان میں ہونے چاہیں۔

میں سینٹ کا ذکر کرتا ہوں کہ 1973ء یہ سینٹ بنی تھی اور یہ بڑا اچھا فیصلہ آئین میں ہوا تھا۔ لیکن چلانے والوں نے اسے ربڑ سٹمپ سے زیادہ وقعت نہیں دی۔

میرے بہت سارے دوست ہیں جانتے ہیں کہ چار سال پہلے اخبارات میں ڈیبٹ ہوئی کہ سینٹ کا تصور آئین میں تو تھا لیکن ہم نے تو اسے اس لئے چلایا تھا کہ تمام صوبوں کے لوگ خوش رہے ہیں جیسے انگلینڈ میں ہاؤس آف لارڈز کا سسٹم ہے۔

ہم صوبائی نمائندوں سے elected ہیں۔ یہ Direct Election سے زیادہ مشکل کام ہے۔ اس لئے کہ تمام صوبے کے ممبران مختلف پارٹیز کے ہوتے ہیں۔ اگر ایک Party کے بھی ہوں تو ایک آدمی پر متفق ہونا بڑا مشکل ہے کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے صوبے کی نمائندگی بہتر کون کر سکتا ہے اور اس ملک میں آپ کو پتہ ہے کہ الیکشن بھی ایک کاروبار بن گیا ہے۔ اقتدار میں آنے کے لئے ممبروں کی تعداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں تعداد بڑھا لیتے ہیں اور پھر ان لوگوں تک نہیں جاتے جن سے انہوں نے ووٹ لئے اور یہی بدقسمتی ہے اور ملک کی اور یہ بڑا المیہ ہے۔

اب سینٹ میں دیکھئے چاروں صوبوں کے مساوی ممبر ہیں اس میں میرا خیال ہے چاروں صوبوں کے سب ممبران active ہیں اپنے اپنے علاقے کی بات بھی کرتے ہیں۔ قومی مسائل پر بھی بات کرتے ہیں۔ جب 85ء میں غیر جماعتی الیکشن ہوا' اس کا حشر آپ نے دیکھا' ہمارے سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو جو ہمارے مسلم لیگ کے صدر ہیں اور میں کہتا ہوں کہ پاکستان کی چوالیس سالہ یعنی after the murder of Liaqut Ali Khan اور خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کے بعد ایسا وزیر اعظم نہیں آیا' میں تو کہتا ہوں کہ پاکستان میں ایک بڑا سنہری دور تھا اور یہ جمہوریت کے لئے میرا خیال ہے گولڈن Words میں اس کا نام لکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ واحد حکومت تھی جو غیر جماعتی بنیاد پر قائم ہونے کے بعد ایک پارٹی کی شکل اختیار کر گئی۔ اس میں لوگوں نے باضابطہ شمولیت کی اور مسلم لیگ نے گو کہ غیر جماعتی الیکشن لڑا مگر بعد میں باضابطہ ایک منشور بنایا اور اس پر جونیجو صاحب نے سختی سے عمل کیا۔ حالانکہ لوگوں نے اسے بڑا کنجوس بھی کہا

لیکن وہ غاصب تو نہیں تھا اس نے پاکستان کے سرمائے کا غبن تو نہیں کیا' اس ملک میں کبھی وزیروں کے خلاف کارروائی نہیں ہوئی تھی مگر انہوں نے وزیر dismiss کئے' پہلے بلا کر کہا کہ استعفیٰ دو تم پر یہ الزامات ہیں ورنہ face کرو۔ اور آج تک جونیجو کے جانے کے بعد ان کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ کہیں کہ یہ غلط فیصلہ تھا۔ اس نے سینٹ اور قومی اسمبلی کو برابر ایوان کا درجہ دے کر چلایا۔ میں کسی سے تقابل نہیں کرتا بلکہ ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں' جو اس دنیا میں نہیں ہیں یا چلے گئے ہیں لیکن جونیجو سے بہتر لیڈر اور کوئی نہیں ملا ہے۔ اس نے تین سال کے عرصے میں جب مارشل لاء والوں سے کھل کر کہا کہ سول اور مارشل لاء ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ اس نے علی الاعلان ہاؤس میں کہا اور کوئی چھپ کر نہیں اور پھر دوسرے دن نہ کہنے کی تردید بھی نہیں کی جو ہمارے ہاں ایک وتیرہ ہو گیا ہے۔ اس نے ڈٹ کر کہا کہ یہ حکومت ایسے نہیں چل سکتی۔ بدقسمتی سے جنرل مجیب صاحب سیکرٹری انفارمیشن تھے ہمارے دوست ہیں' وہ اسمبلی کارروائی ٹیلی ویژن پر نہ آ سکی تو اس نے اسی دن کہا کہ آپ چارج دے دیں آپ اس کے اہل نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ نے پارلیمنٹ کی کارروائی کا تقدس پامال کیا۔ اس نے تمام پالیسیوں کو افہام و تفہیم سے چلایا۔ اس نے ہاؤس کی رضامندی کے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ یہ ایک مثالی دور ہے اور آنے والوں کو اس کی تقلید کرنی چاہیئے۔ اس کے دور میں کہیں pump & show نہیں' ہمارے لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ بھائی اس نے Dinner پہ بلایا ہے اس کے Manu میں بھنڈی اور دال تھی۔ واہ بھائی واہ ! اگر ایک وزیر اعظم سادگی سے رہنا چاہتا ہے تو آپ اس پہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب اس کا تو تین Bed کا مکان ہے۔ میں کہتا ہوں سارے وزیر اعظموں کو یہ کرنا چاہیئے۔ اس نے سوزوکی کار کے بارے میں ایک حکم دے دیا کہ جنرل صاحبان بھی اس میں سفر کریں گے تو اس نے کون سا جرم کیا جس کی سزا اسے یہ ملی۔ کیا پاکستان میں جنرل ہم سے بڑے ہیں۔ بھائی ! سب پاکستان کے شہری ہیں۔ آج اگر آپ سیاستدان ہیں۔ یہ آئی جی وغیرہ سب اسی ملک کے ہیں فوجی بھی تو ہمارے ہی ہیں۔ جب کبھی لوگ ڈراتے ہیں کہ فوج آئے گی' کونسی فوج آئے گی اب تو روس نہیں رہا' کیا ہندوستان کی آئے گی نعوذ باللہ' بات یہ ہے کہ ایسا کیوں کہا جا رہا ہے اور ایسی ریشہ دوانیاں کر کے اداروں کو آپس میں لڑاتے ہیں۔ بہر حال انہوں نے کہا کہ جرنیل اب گاڑیاں فری نہیں منگوا سکیں

گے ویسے بھی گاڑیاں پہلے بھی انہی لوگوں کے پاس ہوتی تھیں اور پچھلی حکومت یعنی عوامی دور میں بہتر (72) گاڑیاں آئی تھیں وہ Custom House میں پڑی ہوئی تھیں بغیر ڈیوٹی ادا کئے وہ آئی تھیں۔ وزراء کے لئے اور کچھ سرکاری افسروں کے لئے' چانکیا کے کہنے کے مطابق یہ ایسی مچھلی ہے جو پانی میں نظر نہیں آتی کہ یہ پانی پی رہی ہے یا پانی میں تیر رہی ہے۔ چانکیا نے 500 قبل مسیح یہ سول سروس کے بارے میں کہا کہ بھائی ! ان سے ڈرو۔ ان کا احتسابی عمل جاری رکھو۔ Checks & balances کے بغیر ملک میں کوئی نظام نہیں چل سکتا چاہے سیاستدان ہوں یا سرکاری ملازم۔

اب دیکھیں کہ ایک لفظ سوزوکی کار پر اتنا ہنگامہ ہوا' اتنا ہنگامہ ہوا کہ اس کی حکومت چلی گئی اس میں سازش کی ہے مرحوم جنرل ضیاء الحق کی' میں ان کی بڑی عزت کرتا ہوں انہوں نے بڑی نیکیاں کی ہیں لیکن ایک سسٹم کے آڑے آ گئے اور ان سے یہ کام کروایا گیا۔ انہیں یہ احساس تھا کہ زندگی میں ان سے سب سے بڑی غلطی اس حکومت کی dismissal کی ہوئی تھی۔ اور یہ قافلہ انہی کا بنایا ہوا جا رہا تھا اور ان کو روکنے کا حق نہیں تھا۔ آخر میں جناب کیا ہوا کہ جو لوگ dismiss کرانے والے تھے آج پھر وہ وزیر ہیں۔ عجیب عجیب خوشی کی بات ہے۔ یہ جو کیٹنوں کی عادتیں ہوتی ہیں اور جمہوری حکومت کو dismiss کروایا۔ تین سال میں ادارے بن چکے تھے۔ افغان مسئلہ آیا انہوں نے تمام پارٹیوں کو بلوایا اور اس وقت چیئرپرسن کو بلایا' جو کسی بھی صورت میں کوئی بھی حکومت ماننے کے لئے تیار نہیں تھی۔ چونکہ مارشل لاء کے خلاف ایک مسئلہ تھا ان لوگوں کو بیچ میں لائے جن سے سیاسی ربطہ تھا۔

اس کے علاوہ افغان مسئلے پہ دو وزیروں کو بھیجا اور جنیوا معاہدہ میں تمام لیڈر موجود تھے اور سب لیڈروں سے مشورہ لیا گیا۔ اور کوئی بھی فیصلہ پارٹی کو اعتماد میں لئے بغیر کبھی نہیں کیا۔ انہوں نے Industralization کی policy اپنائی انہوں نے کسی قرضے پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ وہ جس صوبے سے تعلق رکھتے تھے وہاں شوگر ملوں کا معاملہ تھا اور اس میں سندھ کے روحانی پیشوا کا ذکر بھی آتا تھا۔ اور چار سال میں دو شوگر ملز sanction ہوئیں۔ انہوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ قواعد کے تحت کام ہو۔ اور ان کے سیکرٹریٹ میں تین دن سے زائد کوئی فائل نہیں رکی۔ اور وہ ہر دس بارہ دن بعد ملاقات

کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ساری Power تو ہماری پارلیمنٹ سے ہے۔

آٹھویں ترمیم جس کے بارے میں آج سینٹ میں باتیں کر رہے ہیں اور یہ سابق وزیر اعظم کی کوششوں سے سینٹ کو مزید فعال بنانے کے لئے شامل کی۔ میں یہ بتاتا ہوں کہ 73ء کے آئین میں یہ نہیں تھا کہ ہم کوئی بل بناتے' ہمیں بتایا جاتا تھا کہ آپ صرف Rubber Stamp ہیں۔ حالانکہ آئین میں ہے کہ یہ Federation کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ یہ پاکستان انشاءاللہ اسی صورت میں قائم رہے گا کہ ایسی جمہوری چیزیں رہیں یہ ادارے رہیں تو پاکستان کے تمام لوگوں کی حق رسی ہو اور یہ سینٹ اس کے لئے ایک سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔

سینٹ ایک symbolic حیثیت کا درجہ رکھتی ہے۔ سینٹ کے بارے میں کوئی دو آراء ہوں لیکن میں ان کے احترام میں کوئی لفظ نہیں کہنا چاہتا۔ قومی اسمبلی کے ممبروں کا حلقہ ایک چھوٹا حلقہ ہوتا ہے۔ وہ بعض معاملات میں وسیع النظر نہیں ہوتے۔ ہمارا ایک اکثریتی صوبہ غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ آج بھی ہم Services میں دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے حق سے زیادہ لے لیتا ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اپنے حق سے زیادہ لے لیتا ہے تو سینٹ Check and Balance کے لئے ہے' جمہوری عمل کو چلانے کے لئے سینٹ کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ جونیجو صاحب کی وجہ سے ہوا۔ انہوں نے آٹھویں ترمیم میں یہ درجہ ہمیں دیا اور کمیٹی سسٹم میں۔ آپ کو یاد ہے۔ آپ بھی اس کی فعال رکن ہیں۔ آپ نے دیکھا سینٹ میں کمیٹی سسٹم قائم ہوا۔ یہ ایک آئینی عمل ہے۔ آپ مسلسل ان لوگوں کی' ان اداروں کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں کیونکہ ہاؤس میں بہت سا ٹائم نہیں ملتا۔ آپ کمیٹی میں کرتے ہیں اور اس سے ایک بڑا فرق یہ ہے کہ آپ Bureaucracy جو اس نظام کا ایک بڑا جزو ہے وہ بھی موجود ہوتے ہیں۔ میں وزراء کی کوئی تضحیک نہیں کرنا چاہتا۔ بعض منسٹر بڑے ignorant ہیں جو لکھ کر دیا پڑھ دیا۔ اب اس پر یہ ہوا کہ جب اس پر Second سوال آیا' Third آیا۔ اب جناب بغلیں جھانک رہے ہیں کہ بھئی سوال ہے۔ یہ تو بڑا غلط ہو گیا۔ اور اس سے کافی حکومت کی بدنامی ہوتی ہے۔ یہ اسی حکومت کی بدنامی ہوتی ہے جس حکومت کے وہ وزیر ہوتے ہیں۔ لیکن حکومت میں یہ دماغ نہیں ہوتا۔ جب وہ کرسی پر آتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ سوائے جونیجو کے سب نے جو آیا کرسی پر بیٹھا وہ سمجھتا ہے کہ بس میں

جاؤں گا نہیں۔ کبھی بیماری آتی ہے کبھی خدانخواستہ اور بھی آفات آتی ہیں۔ یہ تو انسان کی زندگی فانی ہے اس میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ آدمی یہ کہے کہ میں نہیں جاؤں گا۔ اور ایک مینڈیٹ پانچ سال کا ہوتا ہے۔ پانچ سال اتنا بڑا عرصہ نہیں ہوتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: عبداللہ شاہ صاحب کچھ فرمانا چاہ رہے ہیں۔

سید عبداللہ شاہ: میں مخل نہیں ہونا چاہتا لیکن فاضل ممبر نے فرمایا کہ سوائے جونیجو صاحب کے باقی جو کرسی پر بیٹھتے ہیں ان سب کے دماغ چلے جاتے ہیں۔ یہاں پر Discussion یہ ہے کہ غلام اسحاق خان کو مبارک باد دینی چاہئے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جب آپ کی باری آئے آپ جو کچھ کہنا چاہیں کہہ لیں۔ جی سید فصیح اقبال صاحب!

سید فصیح اقبال: میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس عمل کو جب 88ء میں ختم کیا گیا۔ اس سے کتنا بڑا نقصان پہنچا۔ ان اداروں کو پہنچا۔ جہاں تک سینٹ کا مسئلہ ہے' سینٹ نے اپنا فرض احسن طور پر ادا کیا ہے۔ صدر صاحب نے اس کے بارے میں صحیح طور پر جائزہ لیا ہے۔ میں صدر کا مشکور ہوں اور صدر جب یہاں اس جگہ آئے تو Elect ہو کر آئے۔ یہاں بٹھائے نہیں گئے سینٹ میں۔ سینٹ میں باضابطہ آپ کو یاد ہو گا' خان صاحب ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس موجود ہیں کہ باضابطہ ان کا نام پیش ہوا۔ دو نام پیش ہوئے اور باقاعدہ الیکشن ہوا۔ تو صدر نے جس جانفشانی اور زیرک پن سے' میرے خیال میں بحیثیت چیئرمین کام کیا ہے وہ ان کا ایک حصہ ہے۔ انہوں نے نہایت بردباری سے' بلکہ اپنے کو ایسا ڈھال لیا کہ ایک منجھے ہوئے سیاستدان کی طرح یہاں بیٹھے اور انہوں نے ہر ممبر کو ٹائم دیا۔ کیونکہ آپ کو پتہ ہے تحریک التواء' پوائنٹ آف آرڈر اسی طرح سے ان کے دور میں بھی ہوتے تھے لیکن انہوں نے کبھی محسوس ہونے نہیں دیا کہ وہ کسی ایسے طبقہ سے ہیں جو بیوروکریٹ کہلاتا ہے لیکن انہوں نے یہاں آکر Bureaucracy نہیں کی۔ انہوں نے بحیثیت چیئرمین ان تمام حقوق کی پاسداری کی جن کی سینٹ کے چیئرمین کو کرنی چاہئے بحیثیت ممبر کے بھی اور بحیثیت چیئرمین کے' کیونکہ وہ کسٹوڈین ہیں۔ وہ منتخبہ ہیں تمام ایوان کے۔ صدر کو میں اس پر مبارکباد دیتا ہوں۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ سینٹ کو مزید پاورز ملنی چاہئیں ہم نے کوشش بھی کی کہ کم از کم

بجٹ پر ہم ڈسکشن کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دوسرے ایوانوں کا مقابلہ کرتے' ہمیں اس سے بھی نہیں اگر کوئی لوگ طعنہ دیتے کہ صاحب آپ Direct Elected نہیں ہیں۔ ڈائریکٹ الیکشن کرالیں پھر Lower House کا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ پھر lower ہاؤس کا وہ role ہی نہیں رہے گا۔ پھر تو سینٹ ہی رہے گا کیونکہ چاروں صوبوں کی نمائندگی سینٹ میں ہوگی وہ نیشنل اسمبلی نہیں کرے گی۔ پھر کسی ایک صوبے پر دوسرے صوبے کا غلبہ' کسی کو نہیں منظور جو قانونی آئینی طور پر غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس میں تو اکثریت ان کی ہے۔ تو یہ کہا جاتا ہے لیکن جو سینٹ کا آج بھی آئین میں رول ہے' سینٹ کے پاس تمام پاورز ہیں۔ ہم تمام موقعوں پر اور آپ کو میں بتاؤں جس طرح ابھی میں نے آپ کو بتایا Services کے سلسلے میں۔ یہ بڑا Sensitive Issue تھا۔ جب آپ کے آئین میں کوٹے موجود ہیں۔ اگر آپ اس پر عمل درآمد نہ کریں اگر آپ عدل سے کام نہ لیں اگر آپ ایک صوبے کے حقوق کا خیال نہ رکھیں تو کیا ہوگا۔ آپ جب لاتعلق ہو جائیں گے تو وہاں نئی نئی چیزیں آئیں گی جو آپ کو برداشت کرنا پڑیں گی۔ بلوچستان کے حوالے سے کسی بھی حکومت نے ایسا نہیں کیا کہ ان کے جائز حق کو مانا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ آبادی کی بنیاد پر اور علاقے کی بنیاد پر آپ دیکھیں کہ پاکستان کا 42 فیصد علاقہ سڑکوں سے محروم ہے۔ کوئی بندرگاہ نہیں بنائی گئی۔ دیکھیں آج۔ میں کہتا ہوں بڑے اچھے Projects آرہے ہیں۔ بھئی! بلوچستان میں ایک Port آپ بنائیں۔ آپ تین Ports بنا سکتے تھے۔ روس کو یہ خیال تھا کہ ہم گرم پانیوں تک پہنچیں۔ آج خدا کا شکر ہے ایسا نہیں ہوا۔ ساری Central Asian States چاہتی ہیں کہ ہم آپ کی بندرگاہ استعمال کریں۔ لینڈ لاک کنٹریز کو پاکستان کی ضرورت ہے۔ اور Economically بھی اور Culturally بھی ہم ایک ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج ہماری سڑکیں ہوتیں یہ بندرگاہ ہوتی تو پاکستان کی خوشحالی میں زبردست اضافہ ہوتا۔ آج ہم لوگ پچھتا رہے ہیں کہ بلوچستان کو ترقی نہیں دی۔ آپ اندازہ کیجئے کہ ہمارا علاقہ Minerals بھی رکھتا ہے۔ ہمارے Valleys' Orchards میں ایک Fruits preservation کی فیکٹری نہیں ہے۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ بلوچستان میں دو ملیں' ایران نے مرحوم بھٹو صاحب کے وقت میں' جب شہزادی پہلوی کوئٹہ آئی اس وقت کچھ سیاسی طور پر حالات ایسے تھے کہ بھٹو صاحب نے

announce کیا کہ ایران بلوچستان کی ترقی میں حصہ دار بننا چاہتا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ یہاں پر کچھ ترقی ہو۔ لہٰذا کچھ پیسوں سے 'اس زمانے میں ایک ارب روپیہ بہت بڑی رقم ہوتی تھی۔ اس میں حکومت پاکستان اور ایران نے مل کر Textile Mills لگائی۔ ایران نے پیسے دیئے تھے کہ آپ وہ Industry لگائیں جس میں بلوچستان کے لوگ 'جو Border پر رہتے ہیں اور ایران کو اس وقت ایک پولیس مین کا درجہ حاصل تھا گلف میں۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ بلوچستان میں کوئی چیزیں ہیں اور ہمارے بارڈر میں لوگ آ رہے ہیں۔ تو انہوں نے کوشش کی کہ پاکستان میں مل کر بلوچستان کے لئے کوئی منصوبے شروع کریں۔ منصوبہ کس نے شروع کیا ؟ ان لوگوں نے جنہوں نے کبھی بلوچستان نہیں دیکھا۔ انہوں نے یہ دو ملوں پر پچاس پچاس سپینڈلز لگائے۔ آپ دیکھیں پورا ایک ارب روپیہ ضائع کیا۔ اب جب لگ گئیں تو ان کو کبھی نہیں چلایا گیا۔

میں ابھی بتاؤں گا کہ کل ہمارے Production Minister کوئٹہ گئے تھے۔ اس میں انڈسٹری کا افتتاح ہوا۔ پانچ ملکوں سے اس میں مشینری لگائی گئی۔ امریکی مشینری' جاپانی' پاکستانی 'ایرانی۔ جہاں جہاں سے اچھا کمیشن ملا آپ کو پتہ ہے ایک ارب روپیہ' کتنی بڑی خطیر رقم تھی۔ یہ آپ کے 76ء اور 78ء کی بات ہے۔ آپ نے وہاں کے لوگوں کو اعتماد میں لئے بغیر وہاں کے جو بڑے تھے' جنہیں ہم Notables کہتے ہیں سردار کہتے ہیں معتبرین کہتے ہیں پڑھے لکھے intellectual کہتے ہیں کسی سے مشورہ کئے بغیر Textile Mills آپ نے لگا دیں۔ اگر آپ اسے پانچ چھ انڈسٹریز میں بانٹتے جو بلوچستان کی بنیادی ضرورت تھی معدنی ترقی' پھلوں کی ترقی' ایسے بہت سے مسئلے تھے۔ آج بلوچستان کی Economy' میں کہتا ہوں ہر بلوچستانی کے پاس مرسڈیز گاڑی ہوتی۔ اس لئے کہ ہماری آبادی کا سارا حصہ' آپ دیکھئے نقل مکانی اس لئے کر رہا ہے کہ وہاں کوئی کام نہیں ہے۔ ہمارے Orchards پانی کی وجہ سے بہہ گئے ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ بلوچستان کے ساتھ ایک یہ زیادتی کی گئی مل چلانے کے وقت جو لوگ آئے تو ہیڈ کوارٹر کہاں بنایا گیا' کراچی میں۔ وہ بولان ٹیکسٹائل مل کوئٹہ سے سات میل دور ہے۔ ہیڈ کوارٹر کراچی میں تھا۔ اور اس کو PIDC کے تحت ادارہ بنا دیا۔ اس میں جرنیل بھی رہے' خدا کرے جرنیل بھی رہیں۔ بریگیڈیئر صاحبان آئے وہ اس

مل کے منیجنگ ڈائریکٹر بنے جن کو ٹیکسٹائل کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ آخر میں یہ ہوا کہ انہوں نے مل کو چار مہینے چلانے کے بعد بند کر دی اچھا وہ جب بند ہوئیں۔ وہ دس مہینے بھی نہیں چل سکی وہ بند رہی۔ لوگوں کو تنخواہ بھی دیتے رہے۔ اچھا تنخواہ کس ریٹ پر دیتے رہے جو آج کل آپ سٹوڈنٹ کو وظیفہ نہیں دیں گے۔ چھ سو روپے' سات سو روپے مہینہ۔ آپ نے گیارہ سال 55 کروڑ تنخواہ دی لیکن چلانے کی کبھی کوشش نہیں کی اور یہ نواز شریف کا حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے اس مل کو چلانے کے لئے ایرانیوں سے بات کی ایرانیوں نے کہا ہم تو بیچنے نہیں دیں گے اور میں ایران کی حکومت کا بھی مشکور ہوں کہ وہ اپنے فیصلے پر بالکل ثابت قدم رہے انہوں نے کہا اس مل کو چلاؤ اس حکومت نے اس کو چلانے کی کوشش کی۔

میں کل کوئٹہ گیا تھا اور اوتھل بھی ہو کر آیا ہوں' میں وزیر پیداوار کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے کہا اس Textile مل کو PIDC سے علیحدہ کر و اس کو چلاؤ اور جب مزدوروں نے یہ سنا تو بڑی محبت اور خلوص کا مظاہرہ کیا۔ اب تمام پاکستان میں مزدور تحریکیں ہیں کیا کچھ آپ نہیں سن رہے کہیں جھگڑا ہو رہا ہے کہیں کچھ ہو رہا ہے کہیں کچھ ہو رہا ہے بلوچستان میں مزدوروں نے ایک بھی شرپسند کو داخل نہیں ہونے دیا۔ جس نے مشین خراب کی ہو مشینیں اپنی اسی اصلی حالت میں ہیں اگر روئی پڑی ہوئی ہے دس سال کے بعد ابھی تک روئی پڑی ہوئی تھی میں حیران تھا کہ ان کے کچھ کپڑے کے تھان پڑے ہوئے ہیں وہ آج تک پڑے ہوئے ہیں نمائش کے لئے نہیں تھے انہوں نے کسی کو وہاں جانے تک نہیں دیا۔ یہ ہماری موجودہ صوبائی حکومت کی بدقسمتی ہے کہ اس نے بھی غور سے نہیں دیکھا کہ سات میل پر مل ہے ذرا اس کو تو دیکھو سب یہی کہتے تھے مل بیچ دو اور ایک مرتبہ تو جناب والا ! مارشل لاء میں یہ ہوا 1984ء میں کہ دس کروڑ میں پوری مل بک رہی تھی اور دس کروڑ میں بھی کیا ایک کروڑ میں' کیوں کہ دس کروڑ کی قیمت لگی اور ایک کروڑ یعنی دس فیصد ادائیگی باقی write off یعنی ایسے ایسے فیصلے یہاں فائلوں میں ہوئے ہیں یہ جو اس حکومت کا فیصلہ ہے میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ بہرحال جو اچھائیاں ہیں وہ ہیں میں مخالفت برائے مخالفت نہیں کروں گا جو اچھے کام ہیں۔ ان کی ضرور تعریف کرنی چاہیئے اور

جو انہوں نے اچھے کام نہیں کئے ان پر ان کو تنبیہ دلانی چاہئے اور ان کے نوٹس میں لانا چاہئے کہ انہوں نے یہ کام اچھے نہیں کئے۔

آپ دیکھئے کہ اس مل کو چلانے کے لئے اب مسئلہ کیا ہے۔ مزدور چلانا چاہتے ہیں وہاں کوئی امن و امان کا مسئلہ نہیں ہے کوئی ایسے نعرے کی ضرورت نہیں ہے وہاں اوتھل میں بھی یہی حال ہے۔ ابھی سر تاج عزیز صاحب نہیں ہیں، انہوں نے بھی پہلی مرتبہ فراخدلی کا ثبوت دیا کہ بھئی ضرور چلاؤ۔ اب ہوا کیا ہے وہ دو سو روپے کا مسئلہ اب وہاں جب مزدور گئے ہیں۔ انہوں نے وزیر سے پوچھا تو وزیر صاحب نے کہا کہ میں نے لکھ کر دے دیا ہے۔ آپ دیکھیں جو حکومت 55 کروڑ روپے بغیر کام کئے ہوئے دس سال میں ادا کر چکی ہے۔ وہ دو سو روپے ماہوار دینے کے لئے تیار نہیں ہے اب یہ پھر bureaucracy کی سازش ہو گی کہ وہاں کوئی مسئلہ پیدا ہو لہٰذا میں آپ کے توسط سے یہ درخواست کرتا ہوں اگر وزیر خزانہ اس جذبے کے تحت دیں کہ یہ ایک سیاسی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ ایک معاشی مسئلہ ہے۔ اگر ایک آدمی کو آپ 8 سو روپے تنخواہ دیتے ہیں اور وہ گزارہ کر سکتا تو آپ اندازہ کریں کہ وہ اس آٹھ سو روپے پر اب تک کام کر رہے ہیں ان کو اگر آپ 200 روپے نہیں دیں گے تو مل کی فضاء میں خلل پیدا ہو گا وہ کس طرح سے آپ کی کوئی بات مانیں گے۔ وہ تو یہ سمجھیں گے کہ ایک وزیر نے اپنے طور پر فیصلہ کر لیا۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت کے باقی افسران اس پر سازش کریں اور کل مزدوروں نے مجھے بار بار کہا کہ آپ سینٹ میں اس مسئلے کو ضروری اٹھائیں حالانکہ یہ مسئلہ بہت مختصر سا ہے۔ تین لاکھ روپیہ مہینہ کیا ہے؟ صوبائی حکومت بھی مدد کر سکتی ہے لیکن میں یہ آپ کے توسط سے کہتا ہوں کہ مرکزی حکومت کو اس مل کو چلانے کے لئے جو مطلوبہ رقم ہے وہ فوری طور پر release کیا جائے ایران کے کل قونصل جنرل نے کہا کہ صرف یہی دو چیزیں نہیں۔ اگر آپ لوگ چلانے پر آئیں تو ہم آپ کے ساتھ مل کر اور کاموں میں بھی ہاتھ بٹائیں گے۔ میں حکومت ایران کا بھی مشکور ہوں ان کے قونصل جنرل کا بھی۔ انہوں نے منسٹر صاحب سے بھی کہا۔ میں اسلام نبی صاحب کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا ہے اور میں نے اس دن بگتی صاحب کی یکجہتی کی کنونشن کی support کی تھی وہ ٹی وی میں نہیں آئی۔ میں نے جب یہ تقریر کی تو ہمارے ایک دوست آئی جے آئی کے کھوسہ صاحب کہنے لگے آپ بگتی کی

پارٹی میں شامل ہو گئے میں نے کہا کہ بھئی ! ایک اچھی بات تھی۔ میں نے نوٹس میں لایا کہ انہوں نے کام کیا ہمارے ٹی وی کی پالیسی غلط تھی اس کو دکھانا چاہئے تھا اور جب بلوچستان بھی کا مسئلہ آتا ہے اس میں ہمارے ہاں پارٹی سے بلند ہو کر سوچنا پڑتا ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں میں ہم نہیں جاتے۔ اس دن ہمارے ایک اور صاحب نے بھی کہا کہ آپ ان کی پارٹی میں شامل ہو گئے۔ جناب والا ! وہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ دونوں ملوں میں میں چار' چھ مہینے تک برابر جاتا رہا۔ اس طرح سے ہمارے سارے ممبر گواہ ہیں حسین احمد وغیرہ کہ جب تنخواہیں لینے وہ جاتے تھے تو مزدوروں کی تنخواہیں finance سے release نہیں ہوتی تھیں۔ چار چار پانچ پانچ مہینے یہاں ہڑتال رہی ہے۔ جب ایک چیز کو ایک وزیر نے سمجھا اور اپنی منسٹری سے زور دیا تو ان کو تنخواہ کی ادائیگی تو شروع ہوئی۔ میں نے کہا اس کو آپ چلائیں کیوں نہیں چلاتے کیوں کہ یہ ایران کا اور پاکستان کا مشترکہ معاملہ ہے۔ اس میں نج کاری commission کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کو آپ چلائیں اور مشینری ابھی بیکار نہیں ہوئی اور اس ایک ارب کی مشینری کو ہم کوئٹہ سے باہر جانے بھی نہیں دیں گے کسی کو خریدنے بھی نہیں دیں گے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس حکومت نے دو بند ملوں کے چالو کرنے کے orders کر دیئے ہیں۔ اب باقاعدہ مشینوں کی مرمت وغیرہ شروع ہو گئی ہے۔ بہت سی مشینری اپنی اصلی حالت میں ہے۔ چونکہ نئی technology آ گئی ہے تو اب وہ اپنا کوئی سینٹر وغیرہ بنائیں گے۔ میں وزیر پیداوار اور وزارت پیداوار اور وزیر اعظم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ کام کر کے وہاں کے لوگوں کی یہ بات مان لی۔

میں نے جب آپ کو جونیجو صاحب کا بتایا تھا وہ میں اس لئے بتا رہا تھا کہ میں نے ایک yardstick بنایا 85 کا کیونکہ آج سابق ممبروں کو جو مراعات حاصل ہیں وہ 85 کی منظور شدہ ہیں۔ جتوئی صاحب کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ نگران وزیر اعظم کے طور پر 4 مہینے کے لئے آئے۔ ایک تو ان میں یہ بڑی خوبی تھی وہ دروازہ کھلا رکھتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کسی بھی آدمی نے کہا کہ مجھے ملنا ہے تو انہوں نے وقت ضرور دیا' چاہے بارہ بجے رات کو دیا۔ احمد میاں سومرو صاحب ہمارے بڑے فعال رکن تھے ان کے ہمراہ ہم دو چار ممبر گئے جتوئی صاحب کے پاس کہ جی دیکھئے ممبران کے ساتھ کیا ہوتا ہے کہ جب اسمبلیاں چلی

جاتی ہیں دھوپ میں کھڑے ہیں اور آپ گریڈ 21 کو بھی اب تو 21 کو چھوڑیں پاکستان میں سارے VIP ہیں' VIP ہوناہی نہیں چاہئے یہ تو غیر ملکیوں کے لئے ہونا چاہئے کیونکہ اب تو آپ کو پتہ ہے وی آئی پی کا کہ سارے غیر لوگ وہاں موجود ہیں تو 1985ء کے سلسلے میں ہم نے لائن کٹ آف کی۔ انہوں نے کہا یہ جائز بات ہے انہوں نے عارضی order دیا کسی حکومت نے پکا نہیں کیا لیکن اس آرڈر کو مانا یہ ان کا آرڈر تھا کہ 1985ء سے جو لوگ elected ہیں خواہ سینٹرز ہوں یا قومی اسمبلی کے وہ وی آئی پی lounge استعمال کریں یا ان کو وی آئی پی کی مراعات حاصل ہوں جبکہ تمام سرکاری ملازم خواہ ایک سال ہو یا دس سال ہو یا dismiss ہو اس کو وہ تمام سہولتیں حاصل ہیں اور 1964ء میں ایوب خان کے وقت میں صرف چار فیڈرل سیکرٹری تھے وی آئی پی' آج ماشاء اللہ ہر Additional secretary ہے' ہر ضلع کا ڈپٹی کمشنر وی آئی پی ہے اور مکانوں کے سلسلے میں جب ہم نے کہا کہ صاحب پلاٹ دیئے جائیں تو جونیجو صاحب نے بھی Deputy Commissioner کے لئے کہا کہ ان کا بھی حق ہے۔ جو لوگ یہاں رہنا چاہتے ہیں پلاٹ لینا رشوت نہیں ہے یعنی press میں ایک عجیب چیز آئی اور لوگوں نے اس پر باتیں شروع کیں اس لئے کہ آپ نے مکمل طور پر سب ممبروں کو نہیں دیا۔ اگر یہ بات ہو آپ کسی پارٹی مفاد سے الگ جو بھی elected ہے اس کا وہی حق ہے اس کے وہی privileges ہیں جو دوسری کسی حکومتی پارٹی کے ہیں یعنی پلاٹ کے سلسلے میں بھی یہی رہا۔ جتوئی صاحب نے کہا کہ آپ کی تجویز کیا ہے ؟ میں نے کہا کہ صاحب ! بات یہ ہے کہ کسی کو ملتا ہے کسی کو نہیں ملتا۔ بہتر یہ ہے کہ Parliamentarians Society بنا دیں اور اس میں جن کو نہیں ملا ان کو آپ دے دیں وہ کسی بھی پارٹی سے ہوں' انہوں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ انہوں نے CDA کو ایک summary دے دی کہ آپ کوئی ایسی سکیم بنائیں۔ parliamentarians lodges بنانے کا credit بھی جتوئی صاحب کو جاتا ہے کیونکہ ہمارے Speaker کے بارے میں کوئی بات ہو رہی تھی اس کے متعلق ممبروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں اس میں نہیں پڑنا چاہتا۔ سپیکر صاحب ہماری اس سکیم کو highjack کر گئے۔ جناب والا ! جتوئی صاحب نے Works Ministry کو کہا کہ 24 گھنٹے میں summary لاؤ اور 24 گھنٹے میں summary آئی۔ اگر آپ کام کرنا چاہیں تو اس

کے لئے سو سال اور ایک سال کی ضرورت نہیں وہ ایک گھنٹے میں ہو سکتا ہے۔ وہ سمری گئی اور یہ جو 20 کروڑ روپے منظور ہوئے اسی summary میں ہوئے۔ اب جناب جب یہ parliamentarians lodges کا معاملہ آیا تو سپیکر صاحب نے سینٹ کو پوچھا تک نہیں حالانکہ اس میں joint committee بنی چاہیئے تھی یہ پارلیمنٹ کے ممبران کے رہنے کے لئے بن رہا ہے نیشنل اسمبلی کے ممبران کے لئے نہیں اس کا نام ہی میں نے ایم این اے ہاسٹل نہیں رکھوایا تھا میں نے جتوئی صاحب کو کہا تھا کہ اس کو parliamentarians lodge کریں۔ آپ دیکھیں یہ کوئی Hostel ہے یہ تو ایسے لگ رہا ہے جیسے کانجی ہاؤس اب تو اس کی کوئی position ہی نہیں نہ اس کی مرمت ہوتی ہے جو ایم این اے ہاسٹل کی شکل ہے آج کل یہ بالکل مفت سرائے کی طرح ہو گئی ہے کہ قافلہ آئے' ٹھہرے اور چلا جائے۔ آپ جرنیلوں کے میس دیکھیں۔ British آرمی بھی رہی ہے میس اتنی عالیشان عمارتیں نہیں ہوتیں کہ Mughal Empire یا سرکاری دفتر میں میس' میس ہوتا ہے کہ جہاں شام کو لوگ گپ شپ کریں کلب کی شکل ہوتی ہے کھانے وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے آپ ان کے suits دیکھیں کیوں کہ پاکستان میں GHQ پنڈی میں سب کی نظریں پڑتی ہیں جب آپ سڑک سے گزرتے ہیں دیکھتے نہیں ہیں کہ Continental کے سامنے بہت بڑی سی ایک عمارت Roman Empire کے طور پر بنی ہے یہ جناب میس ہے۔ آدمی کو احساس ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کے لوگ تو یہاں در بدر ہوٹلوں میں گھوم رہے ہیں۔ جب آپ نے یہاں اتنی بڑی اسمبلی بنائی ہے جو مستقل ادارہ ہے۔

میں عرض کر رہا تھا جب ان کے میسز بنے اس پر تو کسی نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ ان کا بجٹ ہمارے سامنے نہیں آتا۔ اب ہمارا بجٹ آیا تو 40 سال کے بعد آپ نے کوشش کی جب یہ کیپیٹل بنا تھا اس وقت پارلیمنٹ کے رہنے والوں کے لئے یہ جگہ 28 ایکڑ رکھی گئی تھی وہ کم ہو کر اب 13 ہو گئی ہے۔ کیوں ؟ اس میں اور دفاتر بن گئے کیونکہ کسی بھی حکومت نے توجہ نہیں دی یہ چھوٹا کام ہے ہم پاور کے لئے ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ ہم ایک دوسرے کی مخالفت ضرور کرتے ہیں لیکن مخالفت جہاں ہونی چاہیئے وہ تعمیری ہونی چاہیئے یہ ہم سب کا مسئلہ ہے اس میں اپوزیشن اور ٹریژری بنچر کا مسئلہ نہیں ہے۔

آپ اندازہ کریں جب یہ کام شروع ہوا تو پارلیمنٹری لاج کے بارے میں سپیکر صاحب نے ہمیں بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اس میں سینٹ کا چیئرمین بھی ہو سینٹ کے کچھ ممبران جن کا تعلق Engineering سے ہو وہ بھی ہوں اس کے نقشے دیکھیں یہ ورکس منسٹری سے لے کر سی ڈی اے کو دے دیا اب جھگڑا یہ پڑا ہے کہ جب وہ منظور ہو گیا تو پھر واپس پلاننگ کمیشن کو بھیج دیا ہے کہ صاحب ! یہ تو بہت خرچہ ہو گا۔ تین بیڈ رومز ہیں آپ کیا چاہتے ہیں ان کو آپ ایک کال کوٹھری میں رکھیں ایک کمرے میں رکھیں۔ یہاں تو یہ عالم ہے کہ پچھلے دور میں جتنے خود مختار ادارے تھے انہوں نے بڑے بڑے بنگلے لئے ہوئے تھے جو سوال جواب آئے ہیں جن کے جوابات خود حکومت نے دیئے ہیں۔ ایک مالی ادارے کا ریسٹ ہاؤس ہے جس پر ساڑھے 34 لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ ساڑھے 34 لاکھ اس کی maintenance پر خرچ ہوئے پھر مری میں ان کے لئے بنگلہ' یہ تو اس ملک میں ریاستیں بنی ہوئی تھیں یہ جتنے خود مختار اداروں کے نام پر ہیں کسی نے پوچھا ہی نہیں کوئی منسٹری اور کوئی ڈیپارٹمنٹ ایسا نہیں جس کا اپنا ریسٹ ہاؤس نہ ہو۔ سرکاری طور پر رہنے کے لئے ان کے لئے بھی چاہیئے اس کو بھی آپ respectable جگہ دیں لیکن باقی اداروں کے لئے آپ Houses کیوں بناتے ہیں ان میں کون لوگ رہتے ہیں۔ آپ نے ایسے ایسے بنگلے دیکھے ہوں گے۔ ایک ایک بنگلے کا کرایہ 50/50 ہزار روپیہ کرایہ ہے اور آج افسوس یہ ہے کہ آپ کے جتنے State Functionaries ہیں وہ ہوٹلوں میں رہتے ہیں۔ آپ سے ایک آڈیٹوریم نہیں بن سکتا۔ آپ کی جتنی بین الاقوامی کانفرنسیں ہوئی ہیں آپ کے پاس ایک ہوٹل "ہالیڈے ان" ہے وہاں ہو رہی ہیں۔ پھر آپ دیکھیں کہ آپ کے فائیو سٹار ہوٹل جو ہیں یہ espionage section بھی ہیں۔ دنیا میں یہ بہت بڑی lobby ہوٹل کی لابی ہے۔ ایک پاکستانی کم از کم تنخواہ 1500 یا 1800 سو روپے لیتا ہے اور ایک دن کا ہوٹل کا کرایہ 3100 روپے ہے۔ کتنے شرم کی بات ہے۔ آپ دنیا کے کسی ملک میں جائیں ہندوستان نے یہ کیا ہے جب ہندوستانی ٹھہرے گا اس کا کرایہ آدھا غیر ملکی ٹھہرے گا اس کا ڈبل تا کہ یہ احساس ہو کہ ہم اپنے ملک میں ایک دن تو رہ سکتے ہیں یہاں غریب ایک دن بھی ہوٹل میں نہیں رہ سکتا آدھا دن بھی نہیں۔ اس لئے کہ اس کا کرایہ 3100 ہے۔ یہ مزید ایک افسوسناک بات ہے۔ ملک کے خلاف جو لوگ کام کر

سکتے ہیں وہ یہی ہوٹل ہیں اس لئے کہ وہاں سی آئی ڈی کا بیچارہ سپاہی بھی نہیں جا سکتا۔ آخر میں جب جتوئی صاحب نے شکایت کی تھی تو وہ ایک کمرہ لیا گیا اور جس ادارے نے لیا اس کے فنڈز لامحدود ہیں وہ تو کمرہ لے سکتا ہے لیکن بیچارے سپیشل برانچ یا خفیہ ادارے کے لوگ جو خفیہ ہونے چاہئیں وہ ظاہر ہیں وہ بیچارے سائیکل پر موٹر سائیکل پر کہاں سفر کر سکتے ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب فصیح صاحب جو تقریر کر رہے ہیں صدر صاحب کی تقریر میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : نہیں، فصیح صاحب بہت پتہ کی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ جاری رکھیں۔

سید فصیح اقبال : اپنے ملک کی باتیں تو ہم کریں۔ بات یہ ہے کہ ہر حکومت کا فرض ہے کہ آپ اپنے ملک کو اسلام کا قلعہ کہتے ہیں پہلے تو آپ ایشیاء میں بات کرتے تھے۔ چلیں شکر ہے آپ کا یہ بخار دور ہو گیا۔ ہر جو چیز بنتی تھی ایشیاء میں بنی ایشیاء میں اور ممالک بھی ہیں اب تو وہ ملک جو آپ سے بہت پیچھے تھے وہ بھی اتنے ترقی یافتہ ہو گئے ہیں تھائی لینڈ فلپائن جن کے بارے میں آپ سوچ نہیں سکتے۔ وجہ کیا ہوئی ہے آپ نے ان چیزوں کو اتنا چھوٹا سمجھا ہے آپ دوسرے کاموں میں لگے رہے کتنی کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور کتنا خرچہ ہے اس ملک میں آپ ہوٹلوں میں کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں انہی فائیو سٹار ہوٹلوں میں خوشامد کر کے جاتے ہیں کہ بھئی کمرہ بک کرو وہ کہتے ہیں کہ صاحب ہمارے پاس جگہ نہیں ہے وہاں قومی کانفرنسیں ہوتی ہیں وہاں ہر دن آپ کے پریذیڈنٹ صاحب موجود ہوتے ہیں کبھی پرائم منسٹر صاحب کی کانفرنس کبھی اسلامی کانفرنس اسی ایک کمرے میں اگر یہودیوں کی کوئی کانفرنس ہو یہودی کرنا چاہیں وہ بھی وہیں پہ کریں گے تو آپ کے پاس اس ملک میں کوئی جگہ نہیں رہی وجہ یہ ہے کہ حکومت کو جہاں اپنے Parliamentarians کے لئے لاج کی ضرورت تھی وہاں ایسے اور بھی قومی اداروں کی ضرورت ہے جہاں آپ کی اپنی ثقافت ہو آپ کے پاس کوئی ایسا ہال نہیں ہے جسے کوئی ثقافت یا کلب کے طور پر استعمال کریں۔ اسلام آباد کلب بنایا تھا صرف سرکاری ملازموں کے لئے اور اس سلسلے میں میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں تاکہ ممبران کو علم ہو کہ جب 85ء میں کچھ ممبروں نے درخواست دی وہاں سے یہ جواب آیا کہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں آپ کو

کیٹگری - II میں رکھا گیا ہے۔ کیٹگری - II کیا ہے۔ یہ صرف سرکاری ملازموں کے لئے ہیں میں نے کہا کہ اس کا صدر کون ہے۔ کہا پیٹرن - ان - چیف پریذیڈنٹ ہے۔ صدر ایک سیکرٹری ہوتا ہے آج کل فارن سیکرٹری ہے ہم نے صدر صاحب کو ایک پرسنل درخوست دی اور میں نے کہا یہ بھی ایک چھوٹا مسئلہ تو نہیں ہے یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ آپ جس کلب کے پیٹرن - ان - چیف ہیں او جس کلب پر حکومت پاکستان کا 30 کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے آپ کو یہ حق ہے کہ پاکستان کا پیسہ آپ وہاں دے دیں۔ مرحوم ضیاء الحق صاحب نے بھی 5 کروڑ روپے دیئے تھے میں نے کہا کہ اسلام آباد کلب پبلک کے پیسے سے بنا ہے یہ کوئی پرائیویٹ کلب نہیں ہے اس میں ہمارا تو پہلے ہی حصہ ہونا چاہیئے پھر چھ مہینے یہ کیس لڑا ہم مشکور ہیں کہ پریذیڈنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ جتنی مدت تک چاہیں ان کو بھی اسی درجے میں رکھا جائے خدا کا شکر ہے کہ آپ کے ایم این ایز اور سینٹرز اسی کیٹگری میں ہیں جس میں سیکرٹریز ہیں یا سرکاری ملازمین ہیں وہاں تو کوئی بھی سرکاری ملازم جا سکتا ہے یا یہ پابندیاں آپ کے ملک میں عوامی نمائندوں کے خلاف رہی ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ آپ کسی کلب کے ممبر نہیں بن سکتے تھے اس لئے کہ آپ کا کوئی اسٹیٹس نہیں ہے اور جب warrants of precedence میں آپ نے دے دیا۔ آپ یاد رکھئے آپ کو کسی بھی ریسٹ ہاؤس میں جگہ نہیں ملے گی آپ کہیں گے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو محکمے کا ہے اب ایک آدمی سینٹر ڈپٹی کمشنر کے پاس جائے اس سے چھٹی لینے کے لئے کہ صاحب میں آج رہنا چاہتا ہوں۔ اچھا دیکھیں ! ہمارے چیئرمین صاحب آپ بھی اس وقت چیئرمین ہیں جو بھی ہمارا چیئرمین آیا وہ اتنا زیادہ قانونی ہوتا ہے کہتا ہے بڑی چھوٹی سی بات ہے۔ ارے یہ سب سے بڑی بات ہے۔ ہمارے آؤٹ سٹیشن صوبوں کے ممبرز آتے ہیں وہ کہاں رہیں۔ رہنے کی جگہ نہیں اور کوئی شغل ہے آپ بتائیں کہ آپ نے کوئی لائبریری بنائی ہوئی ہے ان کے لئے کوئی کلب ہے کوئی ان کے لئے سہولت ہے ؟ یہ سینٹ کے ادارے کا فرض ہے کہ وہ اپنے ادارے کو بھی مضبوط کرے۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو فنانس منسٹر نہیں مانتا۔ ہم کیا اس کے تابع ہیں ایک طرف آئین میں یہ ہے کہ ہم خود مختار ہیں ہمارا بجٹ بالکل خود مختار ہے دوسری طرف مسئلہ یہ آتا ہے کہ Finance والے کہتے ہیں کہ بھئی ! یہ 10 فیصد کٹ کریں آپ 10 فیصد کٹ وہاں کریں جو ہزاروں محکمے آپ دن رات بنا رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

آج تک تو Public Accounts Committee کا چیئرمین تو کوئی نہیں بن سکا مجھے علم نہیں ہے ابھی تک نہیں بنا یہ وہ ادارے ہیں جو Check and Balance کے لئے کسی بھی حکومت کو چلانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ میں اس لئے کہہ رہا تھا کہ ابھی جنرل مجید صاحب نہیں ہیں۔ یہ جونیجو صاحب کے وقت میں چیئرمین تھے ان کا Status یہ ہو گیا تھا کہ لوگ ان سے ڈرنے لگے تھے کیونکہ دو چار انکوائریاں انہوں نے کیں لوگ کہتے تھے کہ چیئرمین انٹی کرپشن کمیٹی آرہے ہیں ہمارے شاہ صاحب پبلک اکاونٹس کمیٹی کے چیئرمین تھے باقاعدہ hearing ہوتی تھی۔ اس حکومت نے اب تک کوئی مقرر ہی نہیں کیا۔ آپ اس ملک میں Check and Balance کو رواج نہیں دیں گے تو کیسے ادارے چلیں گے جمہوری اداروں کو چلانے کے لئے اگر آپ اپنی Sovereignty موجود ہے تو اس پر عملدرآمد کر کے دکھائیں۔ یہاں جتنی ڈیبیٹ ہوئی ہے ہر منسٹر یہی کہتا ہے ہم آج جا رہے ہیں۔ ہماری نیشنل اسمبلی چل رہی ہے۔ آپ ان کے دفتروں میں جائیں معلوم ہو گا کہ اپنے حلقے میں ہیں اگر آپ نے اتنی بڑی تعداد رکھی ہے اور ضرورت کے لئے رکھی ہے تو ان کو آپ کہیں کہ وہ دفاتر میں باضابطہ لوگوں سے ملیں۔ اب یہ عالم ہو گیا ہے جب بھی کوئی منسٹر صاحب آتے ہیں وہ سمجھتے ہیں احسان کر کے آرہے ہیں Charity پر آرہے ہیں خدا کا شکر ہے کورم تو یہاں نہیں ٹوٹتا۔ میرے خیال میں ہمارے سارے ہاؤس کے ممبران Serious لوگ ہیں سب کارروائی میں حصہ لیتے ہیں۔ وہاں جا کر دیکھئے کیا ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم power base میں ہیں۔ ابھی آپ کی کابینہ میں سینٹ کو نمائندگی کیا ملی ہے میں یہ بھی بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ ہمارے دوست یہ کہیں گے اس پر کوئی بھی توجہ نہیں دی گئی۔ تعریفیں آپ نے بڑی کی ہیں کہ صاحب آپ نے جمہوریت کے لئے بہت لڑائی کی لیکن سینٹ کی نمائندگی کہاں ہے ؟ صرف ڈھائی اراکین کی نمائندگی ہے۔ ایک تو اس لئے موجود ہیں کہ وہ پہلے سے موجود تھے۔ دوسرا جس طرح سے موجود ہے وہ آپ کو پتہ ہے ایک FATA کے ممبر ہیں جو کہ زکوٰۃ کے وزیر ہیں اور جو کہ آدھے وزیر ہیں' ماشاءاللہ زکوٰۃ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

(مداخلت)

ایک معزز رکن : اس لئے کہ مکمل جمہوریت نہیں ہے۔

سید فصیح اقبال : جناب چیئرمین ! عرض یہ ہے کہ جو آئین میں ہے '........... میں پھر جونیجو صاحب کے دور کی طرف آرہا ہوں۔ میں نے جونیجو صاحب کے دور کو جمہوری دور کیوں کہا تھا۔ یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ اس وقت بلوچستان کے چار وزیر تھے' اس وقت بلوچستان کے چار Non-Career سفیر تھے۔ میں یہ ہوم ورک اس لئے کر کے لایا ہوں تاکہ آپ کو بتا سکوں۔ جب وہ وزیر اعظم تھے تو اس وقت مارشل لاء بھی تھا۔ مگر ان پر کوئی پابندی نہیں تھی' انہوں نے بلوچستان سے چار وزیر لئے اور یہ اس لئے لئے کہ بلوچستان کو کبھی بھی کسی نے پوری نمائندگی نہیں دی۔ انہوں نے چار نان کیریئر سفیر لئے تھے۔ اب یہ کوئی انہوں نے احسان نہیں کیا تھا' انہوں نے ہمارا حق دیا۔ اس لئے میں اس کو ایک cut-off-line بنا رہا ہوں کہ جو کچھ جونیجو صاحب نے کیا کم از کم آپ وہ کچھ تو کریں۔ اس وقت بلوچستان کا ایک سفیر non-career میں عرض کرتا ہوں کہ آپ بلوچستان کا جو حق بنتا ہے وہ آپ دیجئے۔ تاہم یہ آپ کی privilege ہے کہ آپ جس کو چاہیں بنا دیں کیونکہ Non-career diplomat اور career diplomat میں بڑا فرق ہے۔ آپ کسی کو بھی بنا دیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے۔

جناب والا ! پچھلی حکومت میں گیس کمپنی میں ہمارا ایک چیئرمین تھا' پتہ نہیں یہ کیسے اتفاق سے بن گیا۔ آپ کو پتہ ہے کہ جنرل یا ایئر مارشل بننا بڑا مشکل کام ہے اس کے لئے ایک بڑا Process ہے۔ بلوچستان کا ایک جنرل رہا ہے اور ایک ائر مارشل۔ وہ چنگیزی صاحب تھے' وہ جناب سوئی گیس میں چھ مہینے چیئرمین رہے اور پھر ان کو نکال دیا گیا اور اس حکومت نے ان کو ابھی تک بحال بھی نہیں کیا' یہ اس لئے نہیں کیا کچھ لوگ کہیں گے کہ صاحب آپ اسے کہاں لا رہے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ گیس بلوچستان سے نکلتی ہے۔ بگٹی صاحب نے تو میرا خیال ہے کہ کبھی کوئی غیر آئینی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے تو یہ کہا تھا کہ اگر بگٹی سے گیس نکلتی ہے اور وہاں اگر آپ سو افراد کو ماہوار وظیفہ دیتے تو آج بلوچستان میں کوئی آدمی تعلیم کے بغیر نظر نہ آتا۔ اس لئے کہ جب سے گیس نکلی ہے اگر وظیفے دیئے جاتے تو کم از کم اس وقت تک کئی ہزار لوگ پڑھ لکھ چکے ہوتے۔

جناب ! یہاں سے گیس 1956ء سے نکلی ہے۔ پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ گیس کی کمپنی ہے یہ جس کا اشتراک British Company سے ہے اس کو آپ پیسہ دیتے ہیں اور وہ

باہر بھی لے جاتی ہے۔ مگر آج تک حکومت کی طرف سے اور اس کمپنی کی طرف سے یہ احساس پیدا نہیں ہوا کہ جب گیس ڈیرہ بگٹی سے نکلتی ہے جو کہ بلوچستان کا ایک حصہ ہے' ایک قبائلی علاقہ ہے' اس میں سے کچھ بگٹیوں کو دیں اور کچھ بلوچستانیوں کو دیں۔ کیونکہ بلوچستان میں یہ تفریق نہیں ہوگی کہ بلوچی اور بگٹی الگ ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے ایک وظیفہ بھی نہیں دیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے اس صوبے میں بڑی بے چینی ہے۔ تعلیم کے معاملے میں ہم پیچھے ہیں' کوئی بھی Foreign Scholarship بلوچستان کے لئے آج تک نہیں آیا۔ جب آپ کبھی اس سلسلے میں کسی کو تار دیتے ہیں تو بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا کام مکمل ہو چکا ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ یہاں لوگوں کے رشتہ داروں کی کمی ہے۔ جب کسی ملک سے عدل چلا جائے تو ہر آدمی اپنا مسئلہ اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شاید یہ قومی مسئلہ بنا' نسلی مسئلہ بنا' لیکن یہاں فیصلے کرنے والے اپنی رشتہ داروں کو' اپنے عزیزوں کو accommodate کرتے ہیں۔

میں آپ کو بتاؤں کہ بلوچستان سے آج تک Community Labour سے متعلق کوئی افسر باہر نہیں گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ گلف کا ہمارے بلوچستان سے کتنا تعلق ہے اور بلوچستان کی کافی آبادی وہاں رہتی ہے اور ویسے بھی وہاں ہمارے قدیم بلوچستان کے لوگ ہیں اور مسقطی کہلاتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ پانچ اسٹیٹس ہیں' پانچ sovereign countries ہیں۔ یو اے ای' کویت' قطر' مسقط اور عمان ہے لیکن آپ نے بلوچستان سے ایک افسر بھی وہاں Foreign Office میں نہیں رکھا۔ جب ہم بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اچھا بھائی' جتنا آپ کا کوٹہ بنتا ہے اس کے حساب سے دیں گے۔ اب جناب کوٹہ کے حساب سے تین آسامیاں ہماری بنتی ہیں۔ مگر اس کا خیال بھی کبھی نہیں رکھا گیا۔ ہمارے ساتھ وعدہ بھی کیا گیا لیکن ابھی تک وہاں بلوچستان کا کوئی آدمی نہیں لیا گیا۔

سفیروں کے معاملہ میں بھی بلوچستان سے یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ آخر آپ ہمارے وزیر اعلیٰ کو تو مانتے ہی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بلوچستان کو وہ حق تو دیں جو جونیجو صاحب نے دیا تھا۔ اس لئے ہم تو کوئی بات ہی نہیں کرتے کہ ہمارا کیا حصہ بنتا ہے۔ مگر یہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے چار سفیر ہونے چاہئیں جب کہ ایک سفیر ہے۔ کسی کارپوریشن کا

کوئی چیئرمین نہیں ہے۔ Federal Secretary ایک ہے جو کہ پارسی ہے۔ لیکن ہم تو ہندو ہو' پارسی ہو' کسی بھی مذہب کا ہو' بلوچستان والے تو اتنے فراخ دل ہیں کہ ان کو بھی اپنا سمجھتے ہیں۔ جمشید مارکر کراچی سے گیا۔ لیکن یہ اپنے والد کے وقت سے ہی کراچی شفٹ ہو گیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کے والد کا کوئٹہ سے تعلق تھا۔ جب اسے سفیر بنایا گیا تو اسے بلوچستان کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔ میں نے کہا کہ خواہش آپ کی' تقرری آپ کی جانب سے' اور کوٹہ میرا۔ میں نے کہا کہ خدا کے لئے بلوچستان کے لوگوں کو ایسا تو نہ سمجھیں۔

جناب چیئرمین! اسی طرح کی مثال میں آپ کو جب مجلس شوریٰ تھی' دیتا ہوں۔ آپ اس کے متعلق مضحکہ خیز بات سنیں۔ وہاں سے ممبر کون ہے گردھاری لال بھاٹیہ۔ مجلس شوری اسلامی اور بلوچستان کی نمائندگی گردھاری لال بھاٹیہ میں نہیں کہتا کہ وہاں کے ہندوؤں کو یہ حق حاصل نہیں ہے' بالکل ہونا چاہیئے' اقلیت کے ممبر ہیں لیکن میں مجلس شوریٰ کی بات بتا رہا ہوں۔

(مداخلت)

حکومت نے اس صوبے کو اس طرح Handle کیا۔ آپ اندازہ کریں کہ بلوچستان سے گیس کب نکلی 1956ء میں لیکن بلوچستان میں کب آئی 1984ء میں۔ اور وہ بھی آپ کو پتہ ہے کہ کویت کے ترقیاتی فنڈ سے آئی' یہ کویت نے فنڈز دیئے۔ چونکہ ہمارا مسئلہ شکار کا ہے۔ بلوچستان میں اتفاق سے pastures ہیں ان جانوروں کے پیچھے سارے عرب شیوخ پڑ گئے ہیں۔ میں نام نہیں لیتا کہ کس نے یہ غلط پالیسی رکھی ہے لیکن جونیجو صاحب نے اسے بند کر دیا۔ اب پھر میں جونیجو صاحب کا نام لیتا ہوں۔ جونیجو صاحب نے یہ شکار بند کر دیا انہوں نے کہا کہ ہمیں ایسا پیسہ نہیں چاہیئے۔

ایک معزز رکن: اور خود شکار ہو گئے۔

سید فصیح اقبال: خود شکار ہوئے تو ایک اصول کے لئے ہوئے' یہ شکار نہیں ہوئے بلکہ ان کا بڑا نام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اس شکار پر اس لئے پابندی لگائی کہ آپ کے ملک میں پرندوں کے تحفظ کی اجازت ہے۔ یہ پرندہ تو بڑا ایک عجیب و غریب پرندہ ہے وہ صرف سردیوں میں صرف اپنے تحفظ کے لئے ہی آتا ہے' بچے دیتا ہے اور پھر واپس چلا جاتا

ہے یہ راجستھان تک نہیں پہنچتا۔ Indian بڑے خوش تھے کہ شاید عرب ہماری طرف آ جائیں لیکن غبارہ ادھر نہیں گیا بس یہ ہمارے علاقوں میں ہی رہتا ہے اور بلوچستان تک جاتا ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیے کہ انڈین نے بھی شکار پر پابندی لگادی ہے کسی عرب کو اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ مگر جناب چیئرمین بڑی عجیب بات آپ کو بتاؤں کہ بلوچستان کا کوئی ایسا ضلع نہیں ہے جو کہ الاٹ نہ ہو allotted اور اس میں بھی انہوں نے آپس میں بڑے جھگڑے کئے کہ خاران ہمارا تھا فلاں کو کیوں دے دیا۔ اس طرح سے تمام پرندوں کا انہوں نے بری طرح سے استحصال کیا ہے گویا کہ ان کی نسل ختم ہو رہی ہے اور اب وہاں کوئی پرندہ نہیں ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے وہاں Development کی' میں کہتا ہوں کہ کیا Development کی' وہاں شاید دو چار مساجد تو انہوں نے بنائی ہوں گی اور کچھ نہیں کیا۔ جناب مساجد تو ہمارے پاس پہلے بھی بہت ہوں گی۔ ہمارے لوگ جہاں جاتے ہیں مسجد بنالیتے ہیں۔ ہمارے خانہ بدوشوں نے ایک طریقہ رکھا ہوا ہے وہ ایک جگہ پتھر رکھ کر مسجد بنالیتے ہیں۔ اس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ حکومت کو انہوں نے کیا دیا ہے اس کا علم حکومت کو ہی ہو گا۔ لیکن وہاں انہوں نے کوئی سڑک نہیں بنائی اور اس طرح کا کوئی کام نہیں کیا۔ شکار تو وہاں پچھلے دس سال سے کھیل رہے ہیں لیکن انہوں نے ایک پیسہ بھی اس کے لئے نہیں دیا۔ کسی بھی عوامی مسئلہ کو حل نہیں کیا یہاں تک کہ ایک ٹیوب ویل تک نہیں لگایا۔ اگر ٹیوب ویل لگے ہیں تو انکے خیموں کے پاس لگے ہیں۔ آپ جا کر دیکھیں انہوں نے دالبندین میں ایک قسم کے اپنے شہر بنائے ہوئے ہیں۔ خاران میں' ژوب میں' اب وہ تو مارخور کی تلاش میں بھی نکل پڑے ہیں۔ یہ بھی ایک ایسا جانور ہے جو ناپید ہو گیا ہے۔ یہ کچھ چلتن میں اور کچھ ژوب کی پہاڑیوں میں ہیں۔ اب یہ اس کے پیچھے بھی لگ گئے ہیں۔ اب یہ وفاقی حکومت کا فرض ہے کہ جب کوئی فارن سے آتا ہے تو اس کے متعلق صوبہ سے بھی پوچھا جائے جب صوبہ سے نہیں پوچھا گیا تو پھر صوبہ نے بھی شکار کی الاٹمنٹ شروع کر دی۔ انہوں نے تو تحصیلیں تک الاٹ کر دی ہیں۔ اب کوئی علاقہ نہیں بچا ہے میں کوئٹہ کل چند گھنٹوں کے لئے گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وزیر صاحب وہاں موجود تھے انہوں نے پچاس گاڑیوں کا ایک قافلہ دیکھا انہوں نے پوچھا کہ یہ کدھر جا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ژوب کی طرف جا رہے ہیں۔ پرندے تو ختم ہو گئے ہیں

اور اب یہ مارخوروں کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ یہ قافلہ بڑی بڑی کوئی اٹھارہ گاڑیوں پر مشتمل تھا یہ اس طرح سے تھا کہ جیسے کوئی کانوائے move کرتا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ یہ حال ہے ہمارے اس صوبے کا۔ میں ابھی پورٹس کی بات کر رہا تھا۔ ایک پورٹ تو آپ نے فش ہاربر بنایا چالیس سال کے بعد' اس کے متعلق بھی آپ جانتے ہیں کہ تین لونز ملے لیکن اس کے ٹھیکہ سے متعلق بلوچستان کو کوئی پتہ نہیں ہے کہ کس طرح سے یہ دیا گیا۔ اس میں بھی بڑے سکینڈلز ہیں۔ سکینڈل اس چیز کو کہتے ہیں جس کے بارے میں آپ لوگوں کو کچھ نہ بتائیں' خفیہ کام کریں۔ میں کہتا ہوں کہ جب آپ کوئی ٹھیکہ دیتے ہیں تو لوگوں کو بھی بتائیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ سیکرٹریز کو اتنے اختیارات کیوں دیئے گئے ہیں۔ یہ رولز آف بزنس جو ہے جو 1962ء میں بنا تھا کیا یہ آئین سے زیادہ بڑا ہے۔ یعنی رولز آف بزنس کا نام لے کر سارا کام جو ہے وہ غلط کیا جائے اور آئین کو پامال کیا جاتا رہا۔ آئین کی پامالی میں تو آپ کو کسی قسم کی کوئی فکر لاحق نہیں ہوئی' کسی بھی سرکاری افسر نے کہا کہ بھائی ! آئین کو پامال کیا جا رہا ہے لیکن رولز آف بزنس کی بات کی جاتی ہے۔ رولز آف بزنس میں تو آپ نے وہ پاورز دی ہیں جیسے نعوذ باللہ قرآن کی آیتیں ہیں۔ اب جناب اس کے تحت سیکرٹری صاحب تمام معاہدوں پر دستخط کرنے جاتے ہیں۔ اور یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق جو ماشاءاللہ دنیا کے ماہر مالیات مانے جاتے ہیں کہا تھا کہ چالیس بلین روپیہ آپ کا کمیشن جاتا ہے اس کا حکومت کو نوٹس لینا چاہیئے۔ لیکن کیا ہوا جناب آپ جو بھی contract کرائیں تو حکومت کے ایماء پر سیکرٹری دستخط کرتا ہے۔ اب اس عوامی نمائندے کی تو کوئی حیثیت ہی نہ رہی۔ میں تو کہتا ہوں کہ جب بھی آپ کوئی project بنائیں تو آپ کی وساطت سے حکومت کو تجویز کرتا ہوں کہ اس میں کم از کم عوامی نمائندے جو اس فیلڈ کے ماہر ہوں یا اس کی متعلقہ کمیٹی ہو وہ وہاں بیٹھیں تاکہ یہ شر ختم ہو۔

یہ موٹروے آپ بناتے ہیں بڑا اچھا کام ہے لیکن یہ عام آدمی کو کیا پتہ ہے کہ یہ چھ سڑک ہیں یا ایک ہے۔ اس پر کافی لے دے کے بعد اب Briefing کی اگر یہ پہلے کر دیتے تو اچھا ہوتا۔ بہرحال یہ کوئی احسان نہیں کیا یہ قومی پروجیکٹ تھا اور قرضہ کس نے واپس دینا ہے' پاکستان کے عوام نے دینا ہے تو چند لوگ ہماری قسمت کے فیصلے کیسے کرنے والے ہوتے ہیں اور ترجیحات کیسے مقرر کی جاتی ہیں۔ ہمارے پاس تو جہاں پانی کی ضرورت

ہے جہاں سکول کی ضرورت ہے وہاں آپ سڑک بنا رہے ہیں۔ میں 64ء '66ء کی بات کر رہا ہوں۔ سہروردی صاحب کے زمانے میں بلوچستان کے علاقے میں ایک ہسپتال بنانے کی تجویز ہوئی جو مکران کے ہیڈ کوارٹر تربت میں قائم ہونا تھی۔ ایک سرپھرے نے کہا نہیں نہیں بلیدہ میں بناؤ کیوں وہ ایران سے بڑا نزدیک ہے ان کو بھی فائدہ ہو گا۔ تو جناب ! جب وہ وہاں بنا تو پتہ چلا کہ ایران تو وہاں سے تین سو میل دور ہے اور قبائل جو وہاں آتے ہیں وہ بہت دور سے آئے یعنی وہ عمارت بنی اور ختم ہو گئی۔ بھاگ میں اس وقت ایک سکول کی ضرورت تھی تو آپ نے کالج بنا دیا۔ آخر میں یہ ہوا کہ وہ عمارت ختم ہو گئی اور آثار قدیمہ بن گئی۔ ( آپ کو ہر ضلع میں کالج بنانے کا شوق آیا تو سترہ لیکچرر دو لڑکے ' ) وجہ کیا ہوئی ؟ یہ کہ کسی بیوروکریٹ نے کسی علاقے کو نہیں دیکھا اور سکیمیں اسلام آباد میں بیٹھ کر بنا دیں۔ اس وقت بھی ہم کہتے تھے کہ مرکزیت ختم کریں۔ یہ صوبائی subjects ہیں آئین میں concurrent list موجود ہے اس کے مطابق دس سال بعد یہ صوبوں کے حوالے ہونے ہیں وہ دے دیں کیونکہ یہ ان کا subject ہے۔ صوبے کی حکومتیں بھی خواب غفلت میں ہیں اور انہوں نے بھی کبھی ان چیزوں کو نہیں دیکھا کہ ایگریکلچر ایجوکیشن وغیرہ یہ سارے صوبائی معاملے ہیں۔ ان کی مرکز میں کیا ضرورت ہے مرکز میں وہ کون لوگ ہیں جو بجٹ کو ایک سے دس دہائی پر لے جاتے ہیں۔ اور جب ہاؤس میں پیش کرنا ہوتا ہے تو بڑا تردد ہوتا ہے کہ بس جلدی جلدی پاس کرو تا کہ اس پہ بحث نہ ہو اس لئے کہ لوگوں کو پتہ نہ چلے۔

جب منصوبوں کی بات ہوتی ہے تو اتنی بڑی کتاب ہوتی ہے۔ کون پڑھے اسکو اگر آپ پڑھوانا چاہتے ہیں تو اس کے اچھا اور معقول مکان اور سٹاف دیں۔ ہمارے ممبروں کا یہ عالم ہے اور میں نے جونیجو صاحب کو بھی کہا تھا کہ آپ جب تک ممبران کو سٹاف اور دفتر نہیں دیں گے تو کس طرح فرائض سرانجام دیں گے۔ اگر ایک آدمی بلوچستان سے یا پشاور سے آتا ہے تو ہم cafeteria میں جاتے ہیں تو وہاں مختلف agencies کے لوگ ہوتے ہیں۔ پریس کے لئے بھی ایک معقول انتظام ہونا چاہئے۔ جن لوگوں نے یہ اسمبلی بنائی ہے ان کو اس اسمبلی کا تصور نہیں تھا۔ انہوں نے یہ جگہ بنائی ہے جس کے چہرے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اسرائیلیوں کا Tample ہے۔ کیا یہ کوئی اسلامی طرز ہے۔ آپ تو اسلام کے

بڑے دعویدار ہیں لیکن کیا یہ پارلیمنٹ ہاؤس ہے صدر کا دفتر اوپر ہے اور یہ تصور ہوتا ہے کہ صدر کے پاؤں کے نیچے پارلیمنٹ ہے لیکن یہ تصور کیوں ہو آپ پارلیمنٹ کی Sovereignty کہاں لے جاتے ہیں۔ میں نے جتوئی صاحب سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم کروڑ روپیہ لگا کر گنبد بنا دیتے ہیں۔ لیکن میں نے کہا گنبد نہ بنائیں محراب بنا دیں۔ آپ کے پاس اتنے Archetectures ہیں اور ایسا پارلیمنٹ ہاؤس بنایا کہ چار بلاک بنا دیئے کمرے نہیں۔ ابھی سپیکر اور چیئرمین کا جھگڑا چل رہا ہے۔ ممبر اور وزیر کا چل رہا ہے۔ ایک کمرے میں تین تین وزیر بیٹھے ہیں۔ آخر کار وزیروں کو کھلا ماحول کام کرنے کے لئے ملنا چاہیئے۔ ویسے ان میں بھی کھسر پھسر ہوتی رہتی ہے لیکن کھل کر اظہار نہیں کرتے کیونکہ جھنڈا تو قائم رہتا ہے۔ بعد ازاں کیبنٹ ڈویژن بنایا گیا۔ تو میں نے کہا تھا کہ اگر آپ نے اس ملک کو چلانا ہے تو منتخب نمائندوں پر بھروسہ کیجئے اعتبار کیجئے ان کو آئینی حق دیں تو پھر انشاء اللہ یہی ممبر آپ کے ملک کو بہتر طور پر چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

تو میں آپ کی وساطت سے یہ بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ ممبران کے لئے دفاتر ہونے چاہئیں کم از کم کمیٹی کے چیئرمینوں کے لئے 'ایک سیکرٹری اور چپڑاسی کے ہمراہ' اگر اسمبلی کی اٹھارہ کمیٹیاں ہیں تو ان کا وہ رول نہیں ہے کیونکہ وہاں منسٹر چیئرمین ہیں جو میٹنگ بھی نہیں بلاتا اس میں ہمارا قصور تو نہیں ہے۔ یہ ان کے قواعد و ضوابط کا مسئلہ ہے۔ لیکن ہمارے تو کمیٹی کے چیئرمین ممبران میں سے ہوتا ہے اور وزیر ان کا *Ex-officio* ممبر ہوتا ہے۔ اب عالم یہ ہے کہ ہمارے کمیٹی روم بھی پوری طرح خالی نہیں ہوتے اور ہمارا سیکرٹریٹ بھی کہتا رہتا ہے کہ زیادہ کمیٹیاں نہ بنائیں پیسہ خرچ ہو رہا ہے۔ اچھا! پھر آپ یہاں کرنا کیا چاہتے ہیں۔ آپ غیر پیداواری منصوبوں پر تو اربوں روپے خرچ کریں اور پارلیمنٹ کو چلانے کے لئے اگر چند کروڑ کی ضرورت ہے تو کیا ہوا۔ عجیب عجیب مضحکہ خیز باتیں ہیں کہ کوئی آدمی اپنی درخواست کسی کے کمرے میں بیٹھ کر ٹائپ کرانے کی درخواست کرے جبکہ اس کا اپنا کام بہت ہے۔ آپ کے پاس سٹاف نہیں ہے اسے سٹاف دیں تا کہ وہ اپنا کام کرے۔

اب بھی میں ریکارڈ پہ لانا چاہتا ہوں کہ سینٹ کا تابناک مستقبل ہے اور past اتنا رہا ہے کہ جتنے بل سینٹ نے پاس کئے ہیں اتنے کسی نے نہیں کئے۔ یہ آپ کی حکومت نے

خود تسلیم کیا ہے۔ اور ابھی ہمارے یحییٰ بختیار صاحب Opposition Leader ہیں انہوں نے ایک ہی سال میں سات آٹھ ترامیم تو دیں۔ مطلب یہ کہ Work تو کیا Member's Day پر انہوں نے بل دیئے۔ آپ کی اپنی گورنمنٹ ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ قومی اسمبلی سے جو بل آئے ہیں میں حیران ہوں پچھلی حکومت میں 18 اور ابھی تو ایک دو آئے ہیں اس میں ایسی چیز نہیں نکالی ابھی تو وعدہ خلافی کی بات چل رہی ہے۔ ان میں ایسی ایسی غلطیاں تھیں کہ افتخار گیلانی جو وزیر قانون تھے اور ہمارے جو طارق رحیم صاحب تھے انہوں نے کمیٹیوں میں معافی مانگی کہ ہم سے رہ گیا ہے۔ ایک Martial-law Regulation بابت کراچی، زمینوں پر قبضہ کرنے کا، اس میں انہوں نے کوئی ترمیم کی اور وہ سارے دفعات اسی میں تھے کہ سپریم کورٹ ہائی کورٹ exempt، وہ ہمارے سینٹ میں آیا اور کمیٹی میں فیصلے کے لئے آیا تو آپ نے دیکھا بھی نہیں۔ افتخار گیلانی نے یہ چیز ہی نہیں دیکھی کہ یہ Matrial Law Regulation کو change کر کے صرف دستخط کر دیئے۔ ہم نے change کرایا اور یہ بھی کہا کہ ہم آپ کے لئے رکاوٹ بننا نہیں چاہتے ایسا نہ ہو آپ کہیں کہ سینٹ آپ کی مخالف ہے حالانکہ یہ آئینی طور پر ٹھیک نہیں تھا۔ پھر Leader of the Opposition نے کہا کہ آج ہی پیش کریں ہم پاس کرتے ہیں تو آپ اندازہ کریں اس قسم کی مضحکہ خیز باتیں اس لئے ہوتی ہیں جو بھی منسٹر جن کے پاس دفاتر نہیں ہیں وہ اپنے دوسرے گیم میں ہیں۔ ممبران کے لئے آپ نے کوئی سہولت نہیں رکھی جبکہ غیر منتخب لوگوں کے لئے یعنی مشیروں کے لئے آپ دفتر کرایہ پر لیتے ہیں ان پر زیادہ خرچ اٹھتا ہے بہ نسبت elected آدمی کے، اور یہ آپ کی حکومت کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔ بلکہ ہمارے سینٹ کی پندرہ کمیٹیاں ہیں اور اس کے سب ممبران ماشاءاللہ اچھے اور فعال ہیں اور موجود ہیں۔ آپ انہیں کیا دیتے ہیں۔ آپ کوئٹہ میں میٹنگ نہ کیا کریں زیادہ، بھائی کیوں نہ کیا کریں اس لئے کہ خرچہ ہوتا ہے یعنی دس آدمیوں کا TD/DA آپ برداشت نہیں کر سکتے اور اگر ہم کسی کو بلائیں تو کہتے ہیں مفت آجاؤ۔ یعنی ایسا ملک ہے کہ آپ اپنے آدمیوں سے کہیں کہ بھائی مجھے ماہرانہ رائے دو اور بغیر کرائے کے آجاؤ۔ ویسے دیکھئے کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو لوگ اس وقت ملک میں ہیں انہیں اپنے اس سسٹم پہ یقین نہیں ہے۔

اگر یہ دو چار چیزیں لیڈر آف دی ہاؤس خود کریں یہ کورم کا مسئلہ ہے اس کو ٹوٹنے نہ دے اور Chief Whip کا ہے وہ کوشش کرے کہ ممبر آئیں ممبران کے لئے وزیر اعظم کو خود موجود رہنا چاہئے آپ دیکھئے کتنا اچھا ہو گا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جب وزیر اعظم ایوان میں بیٹھے تو Chamber میں لوگ ملیں گے یہ ان کا قصور نہیں ہے ملنا تو بہر حال پڑے گا۔ وزیر اعظم ہے ملک کا، خواہ سندھ کا آدمی ہو۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہاں Treasury Bench والوں نے بہت عرصے سے شکل نہیں دیکھی۔ پہلے ملاقاتیں جو ہوتی تھیں وہ خواہش پر ہوتی ہے۔ اب تو میرا خیال ہے پوچھنے سے تو میرے خیال سے بہت لوگ کہیں گے کہ چلو بھئی مل لیں گے۔ اس لئے کہ ہمارا رابطہ کمزور ہو گیا ہے۔ اور رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی غلط فہمیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ ایک منسٹری کا دوسری منسٹری سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یہاں جب بھی کوئی ایسی National Debate ہوئی ہے میں نے اس متعلقہ محکمے کا وزیر نہیں دیکھا۔ اگر داخلہ پر بات ہو رہی ہے تو داخلہ کا آدمی نہیں ہے۔ اسے خود سوچنا چاہیئے کہ اگر آپ اس مسئلے پر نہیں بیٹھیں گے تو کون اس پر توجہ دے گا۔ اسی وجہ سے آپ کی بیوروکریسی بے لگام گھوڑے کی طرح آ گئی ہے۔ میں مخالف نہیں ہوں۔ اس میں بڑے ذہین لوگ بھی ہیں۔ تجربہ کار ہیں اور ایک Process ہے۔ ان کی Training ہوتی ہے۔ ان کو کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی دیانتدار افسر ہے وہ کہے بڑا دیانتدار ہے۔ بھئی! اسے دیانتدار ہونا چاہئے۔ آپ سمجھتے ہیں کیا اسے کرپٹ ہونا چاہئے۔ لیکن ہمارے ملک میں ایک نئی چیز ہے کہ اچھا بڑا شاندار افسر ہے۔ اس لئے کہ بڑا دیانتدار ہے۔ بھئی دیانتدار تو سب کو ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ آپ کے ملک میں کوئی check and Balance ادھر بھی نہیں ہے۔

جب بھی آپ نے کوئی کمیٹی یا کمیشن حکومت کی طرف سے بنایا ہے اس کی رپورٹ کبھی بھی پارلیمنٹ میں نہیں آئی۔ سب سے بڑی دشواری یہ ہوئی ہے۔ آپ نے بڑے اچھے اچھے فیصلے کئے۔ ابھی Police Reform کے سلسلے میں، میں پرائم منسٹر کے جذبے کا قائل ہوں وہ چاہتے ہیں کہ کام ہو جائے۔ لیکن صاحب کام ہونے کا طریقہ ہے، Process ہے۔ ایک مٹھا کمیشن آیا۔ دیگر کئی پولیس کے کمیشن آئے۔ آج تک آپ دیکھیں کہ کچھ عمل میں آیا؟ نہیں! وہ سیکرٹ ہو گا۔ کتاب چھپی اور وہ الماری میں چلی

گئی۔ جب آپ ڈھونڈنے لگیں تو آپ کو بھی نہیں ملتی۔

جب سندھ Situation پر بحث ہو رہی تھی تو ہم لوگوں نے کچھ قواعد منگوائے سندھ کمیشن پر۔ کچھ پانی کے سلسلے میں تھا۔ ہمیں وہ رپورٹ چھ مہینے تک نہیں مل سکی۔ اور ایک ہوم سیکرٹری نے تو ایسا ٹیلیکس دیا سینٹ کے چیئرمین کو کہ ہم کسی صورت میں پابند نہیں ہیں کہ آپ کو یہ رپورٹ دیں۔ جب انہوں نے اسے officially take-up کیا تو اس نے سچ بتایا کہ ہمارے پاس رپورٹ غائب ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ 'پہلے اس کا ایک بہانہ لیا۔ آپ اندازہ کریں کہ آپ کوئی کام کرنے کے لئے' آپ کے پاس ریکارڈ نہیں ہے۔

<u>جناب پریذائیڈنگ آفیسر</u> : فصیح صاحب! ٹائم ختم ہو رہا ہے۔ اب آپ کرلیں۔

<u>سید فصیح اقبال</u> : میں تو ابھی اگلے دن تک چلوں گا۔ آپ نے سب کو ٹائم دیا۔ میرا تو ابھی عورتوں کا مسئلہ بھی ہے۔ اچھا میں عرض کروں کہ ان اداروں کو کامیاب بنانے کے لئے فرض ہے کہ حکومت اس سسٹم کو جو ہمارا جمہوری ہے اس پر مضبوط بنائے۔ سٹاف دے ہمارے سینٹ اور نیشنل اسمبلی کے ممبروں کو۔ کم سے کم ان کے چیئرمینوں کو سٹاف دے اور اس میں کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوتا۔ اور جتنی کمیٹیز بنائی ہیں۔ ان کے Terms of reference کے لئے کمیٹی بھی پارلیمنٹ میں لائے۔ ہر کمیٹی کی رپورٹ سے ضرور پارلیمنٹ کو باخبر رکھا جائے۔

ریاست کے اندر ریاست نہیں بن سکتی۔ یہ یاد رکھئے کہ اگر آپ نے اس عمل کو چلانا ہے تو یہ ضروری ہے میں کسی طریقے سے یہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ یہ لوگ نابلد ہیں۔ یہ کچھ اور کاموں میں مصروف ہیں۔ آپ وزراء کو دیکھئے اب یہ لوگ روز بات کرتے ہیں Kitchen Cabinet بھئی کیبنٹ تو کیبنٹ ہے۔ وہ سب ممبر ہیں۔ اس ممبر کو معلوم ہوتا ہے کہ کیبنٹ کے علاوہ بھی کوئی فیصلہ کیبنٹ کے باہر ہوتا ہے۔ کیا کوئی وفاقی حکومت کے علاوہ بھی کوئی حکومت ہے۔ بھئی حکومت وفاقی ہے۔ میں بات کرتا ہوں سیکرٹری وہ اپنے محکمہ کا ذمہ دار ہے منسٹر انچارج ہے پالیسی میکر ہے۔ تو وجہ یہ ہوئی ہے کہ اس عمل کو چلانے کے لئے جب تک وہ کوئی کوشش نہیں کرتے اس کا یہی نقصان ہو گا۔

میں اب جناب آتا ہوں سب سے بڑا مسئلہ ہے عورتوں کا۔ عورتوں کے سلسلے میں جناب یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ آئین میں تھا اور وہ پیریڈ ایکسٹینڈ نہیں ہو سکتا تھا جب تک ترمیم نہ ہو تو ہماری پارٹی مسلم لیگ نے اس کا فیصلہ کیا کہ نہیں ہم Next Session اسے لائیں گے۔ پھر آئی جے آئی کا نام آیا۔ آئی جے آئی پارٹی نے بھی فیصلہ کیا اور میرا خیال ہے کہ اس میں اپوزیشن کے کسی ممبر کو بھی کوئی اختلاف نہیں تھا۔ لیکن آج ڈیڑھ دو سال ہو گئے ہیں یہ وعدہ ابھی تک ایفا نہیں ہوا۔ پاکستان کی 52 فیصد آبادی عورتوں پر مشتمل ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ہماری میڈم ڈپٹی چیئرمین بھی خاتون ہیں۔ مسئلہ یہ نہیں یہ ہے ریزروڈ سیٹ کا۔ جنرل سیٹ سے اب بھی کوئی آ سکتا ہے۔ پابندی نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جب ڈاکٹر ریحان صاحب۔

ڈاکٹر محمد ریحان : محترم فصیح اقبال صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ خواتین کے مسائل کے ساتھ ساتھ ذرا کنواروں کے مسائل پر بھی توجہ دیں۔

سید فصیح اقبال : وہ بھی دیتا ہوں۔ اچھا جناب ! ویمن ڈویژن کی کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے بھی میرا فرض ہے کہ یہ مسائل جہاں میں اپنی کمیٹی میں لاؤں ایوان لاؤں اور انہوں نے جو بات کی ہے۔ اس کے بارے میں بھی جو آپ نوٹ کریں گے اس پر بھی میں بتاؤں گا۔ تو اب تک عورتوں کی نیابت کا مسئلہ ابھی تک گھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : ایک منٹ ذرا فصیح اقبال صاحب ! گزارش یہ ہے کہ اگر اسی Speed سے ہم چلتے رہے تقاریر میں کہ ہر روز صرف ایک ممبر تقریر کر سکے تو میرا خیال ہے کہ Session کے آخر تک تقاریر ختم نہیں ہوں گی۔

سید فصیح اقبال : ابھی فارن پالیسی ہے۔ یہ ہے...........

(مداخلت)

**Mr. Presiding Officer :** I was going to announce that we will have a sitting again tomorrow. لیکن فصیح اقبال صاحب کو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا ہے۔

سید فصیح اقبال : یہاں تو آپ نے دو دو دن بلوایا۔ آپ کمال کرتے ہیں چیئرمین صاحب ! ابھی achievements میں آیا نہیں۔ ابھی تو میں failings پر چل رہا ہوں۔ جو achievements ہیں اس حکومت کی اس کا بھی ذکر کرنا ہے۔

سید عبداللہ شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جی شاہ صاحب۔

**Syed Abdullah Shah:** Sir, before Syed Fasieh Iqbal closes his address I think he should move an amendment to this motion that instead of thanking the President, we should thank Mr. Muhammad Khan Junejo and Mr. Islam Nabi because as a whole his speech was in praise of Mr. Junejo.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : آپ amendment move کر دیں۔

When it will come to the House, it will be decided.

سید فصیح اقبال : اچھا مجھے افسوس ہے۔ دیکھئے میرا حق ہے۔ میں اپنا اظہار رائے کروں گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جی جی carry on فصیح صاحب ! ذرا جلدی۔

سید فصیح اقبال : آپ جلدی کیوں کرا رہے ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں Presiding Officer اگر اس دن آپ بیٹھے ہوتے تو شاید یہ فیصلہ پہلے ہو جاتا کہ کتنا وقت مقرر ہوتا ہے کیونکہ چار پانچ دن سے جو لوگ بول رہے تھے ان کو آپ نے مناسب وقت دیا میرے خیال سے۔ سب دو دو دن بولے ہیں۔ مطلب یہ ڈیڑھ ڈیڑھ دن۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں کوئی غیر متعلق بات کروں۔

جہاں تک عورتوں کا مسئلہ تھا اس حکومت کو چاہئے تھا کہ فوری طور پر اسی اجلاس میں کرتے۔ 91ء نومبر میں انہوں نے کہا تھا کہ ہم لے آئیں گے اس اجلاس میں۔ ابھی تک نہیں لائے۔ اس سے عورتوں میں بڑی بے چینی ہے۔ اور یہ حکومت کی Commitment ہے۔ اور صدر صاحب نے بھی برملا کہا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بھی توجہ دلائی ہے کہ اب تک اس مسئلے پر ہماری حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے بلکہ بل پیش ہے اور وہ پرائیویٹ ڈے میں پیش ہے لیکن حکومت کترا رہی ہے۔ مجھے نہیں پتہ اس میں ان کی کیا مصلحت ہے۔ مصلحت تو نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ جب Commitment ہو اور ملک کی 52 فیصدی آبادی کو اس طرح محروم کرنا' اور جو ہمارا معاشرہ ہے جنرل الیکشن میں عورتوں کو آپ کہیں کہ آ جائیں تو بڑا مشکل ہے۔ لیکن جو ان کی سیٹوں کا وعدہ کیا تھا میرا خیال ہے جس طرح یہ ترمیم ہوئی تھی بارہویں۔ ایک ترمیم یہ

بھی ہو سکتی تھی تاکہ آج ہمارے ہاں خواتین ہوتیں نیشنل اسمبلی میں اور یہ مسئلہ جب ہے تو سینٹ میں بھی وہ ریزرو سیٹیں رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ ایک تجویز آئی تھی پچھلی حکومت میں کہ آپ سینٹ میں بھی رکھیں ہم نے کہا کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر آپ نیشنل اسمبلی میں 20 رکھتے ہیں تو یہاں بھی رکھ لیں۔ اب صوبائی اسمبلیوں میں عورتوں کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ قومی اسمبلی میں کوئی نہیں ہے۔ اور جو ہیں وہ ڈائریکٹ الیکشن میں آئی ہیں۔ اور وہ نمائندگی کا مسئلہ بہت تھوڑا سا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس پر توجہ دینی چاہیئے۔

اب میں آتا ہوں فارن پالیسی پر۔ ہر ملک کی فارن پالیسی عوام کے جذبات عوام کے تاثرات پر بنتی ہے اور ملک کے مفاد کے سلسلے میں۔ تو چالیس سال سے فارن پالیسی چل رہی ہے۔ اسے ہمارے چند گروہوں نے اپنے مفادات کے تابع رکھا تھا۔ یہ خدا کا شکر ہے اب میں پھر کہوں گا کچھ لوگ ناراض ہوں گے۔ یہ 85ء کے بعد کچھ فارن پالیسی Open ہوا۔ اور یہ اوپن اس حد تک ہوئی کہ اس میں مختلف پارٹیز کے لوگوں کو شامل کیا گیا۔ ان کی رائے بھی لی گئی اور اس میں ہمارے قومی پریس نے بڑا زبردست رول ادا کیا ہے۔ فارن پالیسی کے سلسلے میں۔ انہوں نے Debates کرائیں۔ اور یہ جو اخباروں نے نیا سسٹم کیا تھا مارشل لاء میں تو یہ Forums پارلیمنٹ کا نعم البدل بنے کیونکہ اس میں مختلف لوگ اپنا موقف بیان کرتے تھے وہ اخباروں میں آتا تھا۔ اس سے بڑی ایجوکیشن ہوئی لوگوں کی۔ اور افغانستان کا مسئلہ ہو، کشمیر کا مسئلہ ہو، اس پر قومی پریس نے بڑا کھل کر اظہار رائے کیا ہے۔ جس بھی پارٹی سے متعلق ہوں وہ تمام موقف کو پوری طرح پیش کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ قومی پریس مبارک باد کا مستحق ہے کہ انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔ لیکن جناب اس دور میں افغانستان کا مسئلہ ماشاءاللہ نزدیک ہے۔ میں سمجھتا ہوں اب جو حکومت نے پالیسی رکھی ہے یہ بڑی اچھی پالیسی ہے۔ لیکن اس پالیسی کا اظہار جس طرح سے ہوتا ہے اس میں کافی شک وشبہ ہے کہ اس وقت فارن پالیسی کون چلا رہا ہے۔ ہمارے وزیر مملکت برائے خارجہ امور جناب صدیق کانجو صاحب تشریف نہیں لائے۔ انہوں نے کہا تھا کہ خارجہ پالیسی پر بحث کے لئے دو تین دن رکھیں گے۔ میرے خیال سے یہ اجلاس تو ختم ہو جائے گا اگلے اجلاس میں کریں گے۔ آج ضرورت تھی کہ فارن پالیسی پر کھل کر بحث کی جاتی۔ اس لئے کہ بعض چیزیں ضروری تھیں۔ لوگ کوئی غلط بات نہیں سوچتے۔

اکثریت یہی سوچتی ہے کہ ملک کا مفاد پیش نظر رہے۔

**Mr. Presiding Officer:** We adjourn to meet again tomorrow morning *i.e.* the 4th of March at 10 A.M.

*(Interruption)*

**Mr. Presiding Officer:** I am told that the Miniser for Parliamentary Affairs has agreed that we can have a session tomorrow morning.

**Syed Iqbal Haider:** Tomorrow afternoon.

*(Interruption)*

**Mr. Presiding Officer:** Let us sort it out, please. My information is that the Deputy Chairman and the Minister for Parliamentary Affairs have consented to have this session tomorrow but I am informed that some committees are meeting tomorrow morning.

Time for the meeting of the committees has already been fixed. So, we can have the sitting of the House tomorrow at four O'clock.

*(Interruption)*

**Mr. Presiding Officer:** This is a priority engagement. You see the meeting of the sitting of the Senate is a priority engagement. So, what is the consensus, gentlemen?

I think, am I right that you don't want to have a sitting tomorrow?

**Mr. Yahya Bakhtiar:** We want to have the sitting of the Senate tomorrow.

*(Interruption)*

**Mr. Presiding Officer:** You see the problem is that the committees are meeting tomorrow morning. So, we cannot have it in the morning.

**Mr. Muhammad Ali Khan:** In the evening at 4 O'clock.

**Mr. Presiding Officer:** I think I will take guidance from the Leader of the House who is willing to have a sitting tomorrow at 4 O'clock.

**Mr. Yahya Bakhtiar:** I have no objection if we have a sitting tomorrow.

**Mr. Presiding Officer:** So, we will meet again tomorrow at four O'Clock.

---

*[The House then adjourned to meet again at four O'clock in the evening on Wednesday, the 4th March, 1992].*

---

PCPPI—79(96) Senate—16-9-96—180 Books.